غوث صمدانی محبوب سبحانی

سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

کبریتِ احمر

شرح از

مولانا عبدالمالک علیہ الرحمۃ



سیرت فاؤنڈیشن

۸۵۵۔این، سمن آباد، لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

الله اكبر

درود

كبريا احمر

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

پاکستان میں اسلام اور اسلامی تصوف

کے موضوع پر معیاری کتب کی اشاعت کے لیے

الحاج محمد ارشد قریشی رحمۃ اللہ علیہ

کا نام ہمیشہ محترم رہے گا۔

سیرت فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کردہ یہ سلسلہ کتب

اُن کی یاد سے وابستہ ہے۔

غوث صمدانی محبوب سبحانی

سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

کبریت احمر

شرح از

مولٰنا عبد المالک علیہ الرحمۃ



سیرتِ فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ

۸۵۵۔ این، سمن آباد۔ لاہور

نام کتاب	:	کبریت احمر (درود شریف)
مصنف	:	حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ
مترجم و شارح	:	حضرت علامہ مولانا عبدالمالک کھوڑوی رحمتہ اللہ علیہ
ناشر	:	سیرت فاؤنڈیشن ○ لاہور
طابع	:	سرور قادری پرنٹرز ○ لاہور
اشاعت	:	ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ بمطابق جون ۲۰۰۳ء
تعداد	:	پانچ سو
قیمت	:	Rs-135-00

○

بسعی و اہتمام
نصر اقبال قریشی
مالک و مہتمم، سیرت فاؤنڈیشن - لاہور فون ۷۵۶۰۸۸۲

○

تقسیم کار

○ دربار بک شاپ - دربار مارکیٹ - گنج بخش روڈ — لاہور
○ المعارف ________ گنج بخش روڈ — لاہور
○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز - ______ گنج بخش روڈ — لاہور
○ 〃 〃 〃 ______ اردو بازار — کراچی
○ نظامی کتب خانہ دربار حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ پاکپتن شریف

سخنِ مدیر

درود کبریت احمر کی زیرِ نظر شرح علامہ ابو البرکات محمد عبدالمالک علیہ الرحمۃ کے رشحاتِ قلم میں سے ہے - یہ درود مبارک سیدنا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیف ہے اس کے فیوض و برکات کے بارے میں علامہ موصوف شرح کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں :-

"درود الکبریت الاحمر ایک ایسا وظیفہ ہے جس کا ورد دن رات لاکھوں دفعہ ہوتا ہے - اور اس کی برکات سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے ..... حقیقت و اخلاق محمدی سے جس قدر شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ واقف ہیں، ایسا رتبہ کسی دوسرے ولی کو نہیں دیا گیا - حضرت نے بھی "یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما" کا فرض ادا کرتے ہوئے یہ درود تالیف فرمایا ...... ایک مقدس زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے - اس لیے حضرت کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا خدا کے درود بھیجنے کے مشابہ ہے ...... جس نے بآداب مقررہ جب کبھی یہ درود پڑھا اس کے دین و دنیا کے مقاصد حاصل ہوئے -- اسی شہرت سے اس درود کا نام "کبریت الاحمر" (یعنی سُرخ گندھک) مشہور ہوا .... روایت ہے کہ سرخ گندھک کو کیمیاوی طریقے سے تانبے پر ڈالا جائے تو وہ سونا بن جاتا ہے - اسی طرح جو شخص اس درود کا ورد کرے اس کا وجود طلا ہو جاتا ہے ...... اس سے زیادہ کسی درود شریف میں حقیقت محمدی اور اخلاق احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح نہیں ہے ..... اس کے ورد سے مقاصد کا حاصل ہونا یقینی ہے - لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا

وظیفہ ان آداب و طریق سے کیا جائے جو اس کے لیے مقرر ہیں۔ جو لوگ محروم رہتے ہیں اس کا باعث سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے ....؛؛

کسی عبارت کو بغیر سمجھے ہوئے پڑھ جانے میں اور اس کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو کر پڑھنے میں جو فرق ہے وہ عیاں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جن الفاظ کے ورد سے اسقدر بے کراں فیوض و برکات حاصل ہو رہے ہوں، ان کے اسرار و معانی سے جو ذوق اور کیف نصیب ہوگا اس کا عالم کیا ہوگا۔

علامہ عبدالمالک نے یہ شرح لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اور ”کبریت احمر“ کو حرزِ جان بنانے والوں کے لیے موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اس کے فواید سے متمتع ہونے کے ساتھ ساتھ اس حظ و انبساط سے بھی محروم نہ رہیں جو ان کلمات طیّبات کو سمجھ کر پڑھنے کا ثمرہ ہے۔ شرح میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ وہ عام فہم ہو، اتنی دقیق نہ ہو کہ اس کو سمجھنے کے لیے ایک اور شرح درکار ہو۔ پیش لفظ میں اُن تمام آداب کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے جن کا ملحوظ رکھنا شرط ہے۔

اس شرح کے مُصنّف مولٰینا عبدالمالک کا تعلق موضع کھوڑی متّصل ڈنگہ ضلع گجرات کے ایک معزز گوجر چوہان خاندان سے تھا۔ آپ کا گھرانہ علم و فضل کے لحاظ سے پورے علاقے میں ممتاز تھا۔ آپ کے والد مولٰینا محمّد عالم ایک مقتدر عالم دین تھے۔ مولٰینا عبدالمالک نے ابتدائی تعلیم والدِ گرامی اور بڑے بھائی سے حاصل کی اور اپنی خداداد ذکاوت کی بدولت بہت جلد علوم دین کی تکمیل کر لی۔ درسیّات سے فارغ ہو کر مولٰینا محکمہ مال میں بطور مددگار پٹواری ملازم ہو گئے۔ لیکن جلد ہی افسر مال کے عہدہ پر ترقی کی۔ آپ کی گوناگوں خوبیوں کا چرچا نواب صادق محُمّد خاں امیر بہاولپور کے کانوں تک پہنچا تو انہوں نے مولٰینا کو ریاست میں بلا کر مشیر مال کا منصب تفویض کیا۔ آپ اس عہدہ جلیلہ پر ۲۵ سال تک فائز

رہے۔ اور وہاں آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ نواب صاحب آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ علامہ صاحب کو عربی زبان و ادب پر بے پناہ عبور حاصل تھا۔ عالم دین تو وہ تھے ہی، اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ صادقی تخلّص اختیار کیا تھا یہ تخلص رفتہ رفتہ ان کی عرفیت بن گیا اور وہ علاّمہ صادقی کے نام سے معروف تھے۔ علامہ عبدالمالک کی تالیفات میں زیر نظر شرح کے علاوہ قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ بردہ کی شرحیں بھی اہل نظر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

علاّمہ صاحب کا وصال ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ (۲۱ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء) کو اپنے آبائی وطن کھوڑی میں ہوا اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔

یہ شرح کافی عرصہ ہوا صوفی پبلشنگ کمپنی منڈی بہاؤ الدّین کی طرف سے شائع ہوئی تھی اور اب نایاب ہے۔ جناب حکیم محمّد موسیٰ امرتسری نے اپنے کتب خانہ سے اس کا مخزونہ نسخہ مرحمت فرمایا جس کا عکس لے کر اب اِسے شائع کیا جا رہا ہے۔ اوّلین اشاعت میں درود مبارک کا الگ متن نہیں دیا گیا۔ اِس سے ان حضرات کو جو درود شریف کی تلاوت کرنا چاہیں، دقت پیش آتی تھی۔ موجودہ اشاعت میں اس کمی کو دور کر دیا گیا ہے۔

کبریت احمر کے جس متن کو اس اشاعت کی زینت بنایا گیا ہے وہ ”حرز یمانی کے اسس نسخہ میں شامل ہے جو خواجہ علی محمّد شاہ صاحب چشتی نظامی کے حسب ایما سنہ ۱۹۷۳ء میں پاکپتن شریف سے شائع ہوا تھا۔ اب سیرت فاؤنڈیشن لاہور نے اس نسخہ کو نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔





سیرت فاؤنڈیشن کی تمام مطبوعات کی اشاعت میں
خصوصی معاونت کے لیے ادارہ
محترم جناب سردار محمد فیصل خان چشتی صاحب
کا بے حد ممنون ہے۔

درود

کبریت احمر

تالیف

غوث صمدانی محبوب سبحانی

سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ



قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ

تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ

حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ

اپنی اولاد، والدین خود اپنی جان اور تمام لوگوں سے زیادہ

وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَمِنْ نَّفْسِهٖ

مجھ سے محبت نہ رکھتا ہو (حدیث شریف)

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ اَبَدًا وَّ اَنْمٰى
بَرَكَاتِكَ سَرْمَدًا وَّ اَزْكٰى تَحِيَّاتِكَ فَضْلًا وَّ
مَدَدًا وَّ مُؤَيَّدًا وَّ اَسْنٰى سَلَامِكَ اَبَدًا
مُّجَدَّدًا عَلٰى اَشْرَفِ الْخَلَائِقِ الْاِنْسَانِيَّةِ
وَالْجَانِيَّةِ وَمَجْمَعِ الدَّقَائِقِ الْاِيْمَانِيَّةِ وَ
طُوْرِ التَّجَلِّيَاتِ الْاِحْسَانِيَّةِ وَمَهْبَطِ الْاَسْرَارِ
الرَّحْمَانِيَّةِ وَعَرُوْسِ الْمَمْلَكَةِ الْقُدُسِيَّةِ
وَاِمَامِ الْحَضْرَتِ الرَّبَّانِيَّةِ وَوَاسِطَةِ
عِقْدِ النَّبِيِّيْنَ وَمُقَدَّمَةِ جَيْشِ الْمُرْسَلِيْنَ
وَقَائِدِ رَكْبِ الْاَنْبِيَاءِ الْمُكَرَّمِيْنَ وَاَفْضَلِ

الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ حَامِلِ لِوَاءِ الْعِزِّ الْاَعْلٰى
وَمَالِكِ اَزِمَّةِ الْمَجْدِ الْاَسْنٰى ○ شَاهِدِ
اَسْرَارِ الْاَزَلِ ○ وَمُشَاهِدِ الْاَنْوَارِ السَّوَابِقِ
الْاُوَلِ وَتَرْجُمَانِ لِسَانِ الْقِدَمِ ○ وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ
وَالْحِلْمِ وَالْحِكَمِ ○ وَمَظْهَرِ السِّرِّ الْجُوْدِ الْجُزْئِيِّ
وَالْكُلِّيِّ ○ وَاِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ الْعُلْوِيِّ
وَالسِّفْلِيِّ ○ رُوْحِ جَسَدِ الْكَوْنَيْنِ وَعَيْنِ
حَيٰوةِ الدَّارَيْنِ الْمُتَخَلِّقِ بِاَعْلٰى رُتَبِ
الْعُبُوْدِيَّةِ وَالْمُتَحَقِّقِ بِاَسْرَارِ الْمَقَامَاتِ
الْاِصْطِفَائِيَّةِ سَيِّدِ الْاَشْرَافِ وَجَامِعِ
الْاَوْصَافِ ○ الْخَلِيْلِ الْاَعْظَمِ وَالْحَبِيْبِ
الْاَكْرَمِ نَبِيِّكَ الْعَظِيْمِ وَرَسُوْلِكَ الْقَدِيْمِ
الْكَرِيْمِ الْهَادِيْ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ ○

الْمَخْصُوْصِ بِاَعْلَى الْمَرَاتِبِ وَالْمَقَامَاتِ
وَالْمُؤَيَّدِ بِاَوْضَحِ الْبَرَاهِيْنِ وَالدَّلَالَاتِ ○
الْمَنْصُوْرِ بِالرُّعْبِ وَالْمُعْجِزَاتِ ○ اَلْجَوْهَرِ
الشَّرِيْفِ الْاَبَدِيِّ وَالنُّوْرِ الْقَدِيْمِ السَّرْمَدِيِّ
الْمُحَمَّدِيِّ ○ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدِنِ
الْمَحْمُوْدِ فِي الْاِيْجَادِ وَالْجُوْدِ وَالْوُجُوْدِ ○
اَلْفَاتِحِ لِكُلِّ شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ○ وَحَضْرَةِ
الْمُشَاهَدَةِ وَالشُّهُوْدِ ○ نُوْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدَاهُ
وَسِرِّ كُلِّ سِرٍّ وَسَنَاهُ الَّذِيْ شُقِّقَتْ
مِنْهُ الْاَسْرَارُ وَانْفَلَقَتْ مِنْهُ الْاَنْوَارُ ○
وَالسِّرِّ الْبَاطِنِ وَالنُّوْرِ الظَّاهِرِ السَّيِّدِ
الْكَامِلِ الْفَاتِحِ الْخَاتِمِ الْاَوَّلِ الْاٰخِرِ الظَّاهِرِ
الْبَاطِنِ الْعَاقِبِ الْحَاشِرِ ○ النَّاهِي الْاٰمِرِ

النَّاصِحِ النَّاصِرِ الصَّابِرِ ۝ الشَّاكِرِ الْقَانِتِ
الذَّاكِرِ الْمَاحِي الْمَاجِدِ الْعَزِيْزِ الْحَامِدِ
الْمُؤْمِنِ الْعَابِدِ الْمُتَوَكِّلِ الزَّاهِدِ الْقَائِمِ
السَّاجِدِ التَّابِعِ الشَّهِيْدِ الْوَلِيِّ الْحَمِيْدِ
الْبُرْهَانِ الْحُجَّةِ الْمُطَاعِ الْمُخْتَارِ الْخَاضِعِ
الْخَاشِعِ الْبَرِّ الْمُسْتَنْصِرِ الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝ طٰهٰ
يٰسٓ اَلْمُزَّمِّلِ الْمُدَّثِّرِ ۝ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ ۝ وَحَبِيْبِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلنَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَالرَّسُوْلِ
الْمُجْتَبٰى ۝ اَلْحَكَمِ الْعَدْلِ الْحَكِيْمِ الْعَلِيْمِ
الْعَزِيْزِ الْحَلِيْمِ ۝ الرَّؤُفِ الرَّحِيْمِ ۝ نُوْرِكَ
الْقَدِيْمِ وَصِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَفِيِّكَ وَ

خَلِيْلِكَ وَحَبِيْبِكَ وَوَلِيِّكَ وَنَبِيِّكَ وَ
اَمِيْنِكَ وَدَلِيْلِكَ وَنَجِيِّكَ وَنُخْبَتِكَ وَ
ذَخِيْرَتِكَ وَخِيْرَتِكَ ۝ اِمَامِ الْخَيْرِ وَ
قَائِدِ الْخَيْرِ ۝ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ النَّبِيِّ
الْاُمِّيِّ الْعَرَبِيِّ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ الْاَبْطَحِيِّ
الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ التِّهَامِيِّ الشَّاهِدِ الْمَشْهُوْدِ ۝
اَلْوَلِيِّ الْمُقَرَّبِ الْعَبْدِ الْمَسْعُوْدِ ۝ اَلْحَبِيْبِ
الشَّفِيْعِ الْحَسِيْبِ الرَّفِيْعِ الْمَلِيْحِ الْبَدِيْعِ
الْوَاعِظِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ الْعَطُوْفِ ۝ اَلْحَلِيْمِ
الْجَوَادِ الْكَرِيْمِ ۝ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الرَّؤُفِ
الرَّحِيْمِ ۝ اَلْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ الصَّادِقِ الصِّدْقِ
الْمُصَدَّقِ الْاَمِيْنِ ۝ اَلدَّاعِيْ اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ ۝
السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ الَّذِيْ اَدْرَكَ الْحَقَائِقَ

بِجُمَّتِهَا وَفَاقَ الْخَلَائِقَ بِرُمَّتِهَا ○ وَجَعَلْتَهُ
حَبِيْبًا وَنَاجَيْتَهُ قَرِيْبًا وَاَدْنَيْتَهُ رَقِيْبًا وَخَتَمْتَ
بِهِ الرِّسَالَةَ وَالدَّلَالَةَ وَالْبِشَارَةَ وَالنَّذَارَةَ
وَالنُّبُوَّةَ ○ وَنَصَرْتَهُ بِالرُّعْبِ وَظَلَّلْتَهُ
بِالسُّحُبِ ○ وَرَدَدْتَ لَهُ الشَّمْسَ وَشَقَقْتَ
لَهُ الْقَمَرَ وَاَنْطَقْتَ لَهُ الضَّبَّ وَالظَّبْيَ وَالذِّئْبَ
وَالْجِذْعَ وَالذِّرَاعَ وَالْجَمَلَ وَالْجَبَلَ وَالْمَدَرَ
وَالشَّجَرَ وَاَنْبَعْتَ مِنْ اَصَابِعِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَ
وَاَنْزَلْتَ مِنَ الْمُزْنِ بِدَعْوَتِهِ فِيْ عَامِ الْمَحْلِ
وَالْجَدْبِ وَابِلَ الْغَيْثِ وَالْمَطَرِ فَاعْشَوْشَبَ
مِنْهُ الْقَفْرُ وَالصَّخْرُ وَالْوَعْرُ وَالسَّهْلُ وَالرَّمْلُ
وَالْحَجَرُ ○ وَاَسْرَيْتَ بِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى اِلَى السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى اِلٰى

سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى اِلٰى قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى
وَاَرَاَيْتَهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى وَاَنَلْتَهُ الْغَايَةَ الْقُصْوٰى
وَاَكْرَمْتَهُ بِالْمُخَاطَبَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَالْمُشَافَهَةِ
وَالْمُشَاهَدَةِ وَالْمُعَايَنَةِ بِالْبَصَرِ ○ وَخَصَّصْتَهُ
بِالْوَسِيْلَةِ الْعُظْمٰى وَالشَّفَاعَةِ الْكُبْرٰى يَوْمَ
الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ فِي الْمَحْشَرِ وَجَمَعْتَ لَهُ جَوَامِعَ
الْكَلِمِ وَجَوَاهِرَ الْحِكَمِ وَجَعَلْتَ اُمَّتَهُ خَيْرَ
الْاُمَمِ وَغَفَرْتَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا
تَاَخَّرَ ○ الَّذِيْ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ
وَنَصَحَ الْاُمَّةَ وَكَشَفَ الْغُمَّةَ وَجَلَى الظُّلْمَةَ
وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ○ وَعَبَدَ رَبَّهُ حَتّٰى
اَتَاهُ الْيَقِيْنُ ○ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
نِالَّذِيْ يَغْبِطُهُ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ○

اَللّٰهُمَّ عَظِّمْهُ فِى الدُّنْيَا بِاِعْلَاءِ ذِكْرِهٖ
وَاِظْهَارِ دِيْنِهٖ وَاِبْقَاءِ شَرِيْعَتِهٖ وَفِى الْاٰخِرَةِ
بِقَبُوْلِ شَفَاعَتِهٖ فِىْ اُمَّتِهٖ وَاِجْزَالِ اَجْرِهٖ
وَمَثُوْبَتِهٖ وَاِبْدَاءِ فَضْلِهٖ عَلَى الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَتَقْدِيْمِهٖ
عَلٰى كَافَّةِ الْمُقَرَّبِيْنَ بِالشُّهُوْدِ ۝ اَللّٰهُمَّ
تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا
وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ
اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْ
اَكْرَمِ عِبَادِكَ عَلَيْكَ شَرَفًا وَّمِنْ اَرْفَعِهِمْ
دَرَجَةً وَّاَعْظَمِهِمْ خَطَرًا وَّاَمْكَنِهِمْ عِنْدَكَ
شَفَاعَةً ۝ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَثَقِّلْ
مِيْزَانَهٗ وَاَبْلِجْ حُجَّتَهٗ وَاَبْلِغْهُ مَأْمُوْلَهٗ فِىْ

اَهْلِ بَيْتِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَاَصْهَارِهٖ ۝ اَللّٰهُمَّ اَتْبِعْهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ وَاُمَّتِهٖ
مَا تَقَرُّ بِهٖ عَيْنُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا خَيْرَ مَا جَزَيْتَ
بِهٖ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَاجْزِ الْاَنْبِيَاءَ كُلَّهُمْ خَيْرًا ۝
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ
مَا شَهِدَتْهُ الْاَبْصَارُ وَسَمِعَتْهُ الْاٰذَانُ وَ
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَ
صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ
وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ
يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ
نُّصَلِّىَ عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِىْ
اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَ
عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ نَعْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَفْضَالِهٖ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَاَوْلَادِهٖ وَاَحْفَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَ
اَهْلِ بَيْتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ
وَاَحْبَابِهٖ وَاَخْتَانِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ
وَاَنْصَارِهٖ خَزَنَةِ اَسْرَارِهٖ وَمَعَادِنِ اَنْوَارِهٖ
كُنُوْزِ الْحَقَائِقِ وَهُدَاةِ الْخَلَائِقِ وَنُجُوْمِ
الْاِهْتِدَآءِ لِمَنِ اقْتَدٰى بِهِمْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا
كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا وَارْضَ عَنْ كُلِّ الصَّحَابَةِ
رِضًا سَرْمَدًا عَدَدَ خَلْقِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ
وَرِضٰى نَفْسِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَمُنْتَهٰى
عِلْمِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ ذَاكِرٌ وَكُلَّمَا سَهٰى عَنْ
ذِكْرِكَ غَافِلٌ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَ
لِحَقِّهٖ اَدَاءً وَلَنَا صَلَاحًا وَآتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ

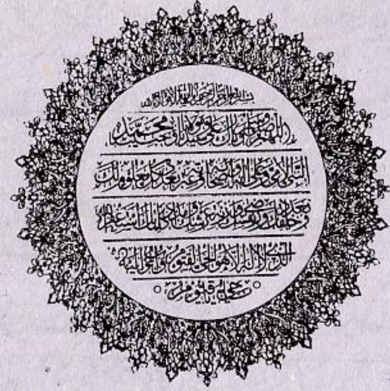
وَالدَّرَجَةَ الْعَالِيَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ
الْمَحْمُوْدَ وَاللِّوَاءَ الْمَعْقُوْدَ وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ
وَصَلِّ يَا رَبِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَعَلٰى مَلٰئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَ
عَلٰى سَيِّدِنَا الشَّيْخِ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ
الْجِيْلَانِيِّ الْاَمِيْنِ الْمَكِيْنِ صَلَوٰةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ
عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى
سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ الرَّحْمَةِ
لِّلْعٰلَمِيْنَ ظُهُوْرُهٗ عَدَدَ مَا مَضٰى مِنْ خَلْقِكَ
وَمَا بَقِيَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِيَ
صَلٰوةً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِيْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوةً
لَاغَايَةَ لَهَا وَلَا انْتِهَاءَ وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا

انْقِضَاءِ صَلَوٰتِكَ الَّتِي صَلَّيْتَ عَلَيْهِ صَلوٰةً
مَعْرُوضَةً عَلَيْهِ مَقْبُولَةً لَدَيْهِ صَلوٰةً
دَائِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِيَةً بِبَقَائِكَ لَا
مُنْتَهٰى لَهَا دُونَ عِلْمِكَ صَلوٰةً تُرْضِيكَ
وَتُرْضِيهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا ○ صَلوٰةً تَمْلَأُ
الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ صَلوٰةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ
وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ وَيَجْرِي بِهَا اللُّطْفُ
فِي أَمْرِي وَأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ وَبَارِكْ لَنَا
عَلَى الدَّوَامِ وَعَافِنَا وَاهْدِنَا وَامْدُدْنَا
وَاجْعَلْنَا آمِنِينَ وَيَسِّرْ لَنَا أُمُورَنَا مَعَ الرَّاحَةِ
لِقُلُوبِنَا وَأَبْدَانِنَا وَالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فِي
دِينِنَا وَدُنْيَانَا وَآخِرَتِنَا وَتَوَفَّنَا عَلَى الْكِتَابِ
وَالسُّنَّةِ وَاجْمَعْنَا مَعَهُ فِي الْجَنَّةِ مِنْ غَيْرِ

عَذَابٍ بَئِيسٍ مَعَ كُلِّ شَفِيقٍ وَّأَنِيسٍ وَّأَنْتَ
رَاضٍ عَنَّا غَيْرُ غَضْبَانَ وَلَا تَمْكُرْ بِنَا وَاخْتِمْ
لَنَا مِنْكَ بِخَيْرٍ وَعَافِيَةٍ بِلَا مِحْنَةٍ أَجْمَعِينَ ○
خَتَمَ اللّٰهُ لَنَا بِالْحُسْنٰى هُوَ مَوْلٰنَا نِعْمَ الْمَوْلٰى
وَنِعْمَ النَّصِيرُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَأَصْحَابِهِ
أَجْمَعِينَ ○ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ○

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ



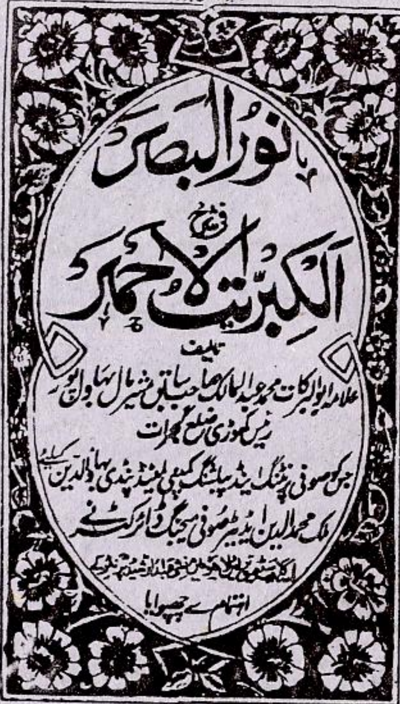


نوازشِ دلِ ما کُن کہ دل نوازتوئی

میرے دل پر بھی کرم ہو کہ دلوں کو نوازنا آپ کی فطرت ہے

بسازکارِ غریباں کہ کارسازتوئی

ہم غریبوں کا کام بھی بنادیں کہ کارسازی آپ ہی فرماتے ہیں



یا نور البصر

فی ترجمہ

الکبریت الاحمر

تالیف

علامہ ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب سابق شیرمال بہاولپور

نزد کھوڑی ضلع گجرات

جس کو صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین کے لیے

ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی مینیجنگ ڈائریکٹر نے

اہتمام سے چھپوایا



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی صلے علیٰ نبیّہ بلطفہ الکریم وسلم علی صفیّہ بکرمہ العمیم والصّلوٰۃ والسلام علی محمدٍ مختار الخلائق وعلیٰ آلہ واصحابہ معدن المعارف والحقائق ؕ

امابعد۔ درود الکبریت الاحمر ایسا وظیفہ ہے جس کا وِرد دن رات لاکھوں دفعہ ہوتا ہے۔ اور اس کی برکات سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔ اس کے بعض الفاظ و تراکیب بہت مشکل ہیں۔ جن پر عوام مطلع نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک قاری معنی و مطلب نہ سمجھے اس کے دل میں خلوص پیدا نہیں ہوتا۔ پس ہر ایک مومن پر جو اس کا وظیفہ کرتا ہے لازم ہے کہ اس کے معانی سمجھ کر پڑھے۔ تاکہ اس کے دل میں ایسی کیفیت پیدا ہو جو رحمت و فضل الٰہی کی جاذب ہے۔ اکثر وظیفہ خواں اس کے مقاصد سے محروم رہتے ہیں۔ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اُس کا مطلب و مفہوم نہیں سمجھتے۔ اگرچہ الفاظ و کلمات میں برکت ہوتی ہے لیکن مقصود بالذات معانی و مفہومات ہوتے ہیں۔ جب انسان مقصود بالذات امر پر پہنچنے کے اسباب

مہیا نہ کرے تو اس کی مثال اُس پیاسے کی ہے جو دُور سے دریا
کو دیکھتا ہے مگر دریا تک نہیں پہنچ سکتا کہ اپنی پیاس کو بجھائے۔
یہ ضروری ہے کہ دیباچہ میں چند اُمور بدیہی کا ذکر کیا جائے۔ جس
سے قاری کے دل پر درود الکبریت الاحمر کی عظمت ثابت ہو۔ اور
اس کے تبرّک و تیمن کی تحصیل کے لئے ہمہ تن محو شوق و ارادت ہو۔

اول۔ خدا فرماتا ہے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین
اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ بالتحقیق خدا اور فرشتے حضور علیہ السلام
پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں تم پر بھی واجب ہے۔ کہ آپؐ پر درود و سلام
بھیجا کرو۔

اس آیت سے درود بھیجنا فرض ہے۔ یارب صل وسلم دائما ابدًا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔ خدا کا درود بھیجنا خدا کا فعل ہے۔ اور انسان
کا درود بھیجنا انسان کا فعل ہے۔ انسان و خدا کے افعال میں حقیقت و مجاز
کی نسبت ہوتی ہے۔ خدا کا کرم وجود بمقابلہ انسان کے کرم وجود کے اکمل و اتم
ہے۔ خدا حلیم و علیم ہے۔ انسان بھی حلیم و عالم ہوتا ہے۔ مگر انسان کا حلم و علم
مجاز ہے۔ اور خدا کا حلم و علم حقیقت ہے۔ خدا تعالے پیغمبروں۔ اولیا کو علم
دیتا ہے جس سے وہ پیشینگوئیوں کا اعلان کرتے ہیں۔ اور وہ حرف بحرف
صادق آتی ہیں۔ حلم و تحمل عطا کرتا ہے جس سے وہ طرح طرح کے مظالم برداشت
کرتے ہیں۔ اگر ان کو سولی پر چڑھایا جائے یا جلا وطن کیا جائے تو وہ اُف نہیں
کرتے۔ تاہم اُن کا علم و حلم خدا کے علم و حلم کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

انسان حاجت روائی اور پردہ پوشی کرتا ہے۔ مگر قاضی الحاجات و ستّار
العیوب کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ انسان بھی رحیم ہوتا ہے۔ مگر خدا کا رحم
ازلی اور انسان کا رحم حادث و فانی ہے۔ آفتاب جہانتاب نور افشاں ہے۔
اور ستارے بھی، مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔
عرب کی فصاحت و بلاغت دنیا میں ایک نظیر تھی۔ مگر قرآن کی فصاحت نے
تمام بلغا و فصحاء عرب کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور قرآن نے تمام دنیا کو فأتوا
بسورۃ من مثلہ کا چیلنج دیا۔ اور کسیکو اس مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔
یہ اس لئے تھا۔ کہ خدا کے افعال کا انسان مقابلہ نہیں کر سکتا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پس جسطرح عرش تقدیس سے درود کے انوار حضور علیہ السلام پر ضیا گستر
ہوتے ہیں۔ اُس کا مقابلہ زمین کے گلدستہ ہائے سلام و درود نہیں
کر سکتے۔

دوم۔ اگرچہ انسان کے افعال خدا کے افعال کے مرتبہ کو نہیں
پہنچ سکتے تاہم بحکم تخلقوا باخلاق اللہ۔ ہر ایک انسان کا فرض ہے
کہ وہ اپنے اخلاق و افعال کو خدا کے افعال و اخلاق کے مشابہ کرے۔
انسان کی ذات میں خدا تعالیٰ نے ہزاروں گوہر صفات
ودیعت رکھے ہیں۔ اور انسان کو شعور دیا ہے۔ کہ وہ ان جواہر کو بالتدریج
منوّر کرے تاکہ اس کے اخلاق خدا کے اخلاق کے مشابہ یا مماثل
ہو جائیں۔ گویہ تشبیہ و تمثیل بحکم لیس کمثلہ شئ بہت ہی ادنے

وکم درجہ کی ہوگی۔ مگر جس قدر تشبیہ میں زیادہ تر قربت ہوگی اُسی قدر
انسان کے افعال کی ستائیش ہوگی۔

خدا کا نام رؤف رحیم ہے۔ خدا نے قرآن میں ان صفات کا اطلاق حضور علیہ الصلوۃ پر بالمؤمنین رؤف رحیم سے کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ نے خدا کی ودیعت کردہ گوہر صفات کو صیقل کیا۔ اور ان صفات سے متصف ہوئے۔ اگرچہ تمام دنیا سے حضور صلی اللہ علیہ کی رافت و حلم بڑھکر ہے۔ مگر خدا کی رافت و حلم حضور صلی اللہ علیہ کی رافت و حلم سے اعلےٰ وارفع ہے۔ جس قدر کوئی اپنے افعال و اخلاق کو ترقی دیگا۔ اسیقدر اس کے افعال و اخلاق میں خدا کی برکت جلوہ گر ہوگی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔ جو زیادہ متقی ہو۔ وہ خدا کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ اور یہ اعزاز اسی وجہ سے ہے۔ کہ انسان خدا کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ انسان اگر اپنے گوہر صفات کو صیقل نہ کرے۔ تو اس کی قدر و قیمت و حیثیت اُن کوڑیوں سے زیادہ نہیں ہے جو جھیل کے کنارے پر رایگاں پڑی ہیں۔ زمانہ گواہ صادق ہے۔ جس کی شہادت ثابت ہے کہ جس انسان نے نور ایمان سے اپنے دل و دماغ کو روشن نہیں کیا وہ نقصان میں رہا۔ مگر جس نے کاشانۂ دل و دماغ کو شمع معرفت سے منور کیا اس کا دامانِ تمنا جواہر نعمت سے مالا مال ہو گیا۔ اس کیفیت کو خدا نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ عصر کی قسم ہے (زمانہ شاہد ہے) کہ انسان بیشک نقصان میں ہے۔ مگر وہ انسان نقصان سے محفوظ رہتے ہیں جو خدا پر ایمان لائیں اور اچھے کام اور حق و صبر کی تلقین کریں۔ اس آیت کو ایک دوسری آیت کے ساتھ ملا کر نتیجہ پر غور کرو۔ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فاِنّ حزب اللہ ھم الغالبون۔ جو شخص خدا اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا۔ اور خدا کی جماعت ہی غالب ہوتی ہے۔

نتیجہ

انسان کا دل نور ایمان و عمل صالح۔ و حق و صبر سے روشن ہوتا ہے۔ اور اس روشنی میں انسان خدا کی معرفت اور رسول اللہ صلعم کی صداقت اور مومنوں کی محبت کے انوار کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی برکت سے وہ ایک مستحکم قلعہ میں محفوظ ہو جاتا ہے جسکو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ پس ہر ایک مومن کو اپنا فعل بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا کے اس فعل کے کہ خدا حضور علیہ الصلوۃ پر درود بھیجتا ہے۔ مشابہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ خدا اور اس کے رسول کی رضا حاصل کر سکے۔ اور درود کی برکات اس کے لئے تعویذ حرز جان ہو۔ اور وہ سب پر غالب رہے۔

یارب صل علی المختار من مُضَر
والانبیاءِ وجمیع الرسل ما ذُکِرُوا

سوم۔ اب رہا یہ سوال کہ کس طریق سے درود مومن کے لئے حرز جان

باعث برکات ہوسکتا ہے۔

یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خدا و انسان کے افعال میں نور و ظلمت یا حقیقت و مجاز کی نسبت ہے۔ ایسا ہی انسانوں کے افعال و اخلاق میں تفاوت ہوتی ہے۔ ایک پہلوان بدنی ریاضت کرتے کرتے اس قدر توانا ہوجاتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کا نبرد آزما نہیں ہوسکتا۔ ایک فلسفی قوت دماغ کو اس قدر ترقی دیتا ہے کہ دوسرے فلسفی اس کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ کئی سال تک کئی واعظ کسی امر پر لوگوں کو ابھارتے رہے۔ ایک کے دل پر بھی اثر نہ ہوا۔ مگر ایک کے چند اشعار یا کلمات کی تاثیر سے ایسا انقلاب ہوا کہ دنیا تہ و بالا ہو گئی۔ ایک مضمون کو ایک طالب العلم نے لکھا ہے۔ اور اسیکو ایک فاضل نے مگر جس فصاحت و بلاغت و دلائل سے فاضل نے لکھا ہے طالب العلم نہیں لکھ سکتا۔

جب کسی فن کا نصاب مرتب کیا جاتا ہے، تو اوس فن کی تمام کتابوں پر عبور کر کے ایک کو انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ انتخاب دلالت کرتا ہے کہ انسان کے افعال میں فرق ہوتا ہے۔ جس سے بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے۔

انسان کے جسمانی افعال ہوں یا روحانی اخلاق ان میں تفاوت ہوتی ہے۔ اور اس تفاوت کو خدا تعالیٰ نے تلک الرسل فضّلنا بعضہم علی بعض سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک ہی متن کی کئی شرحیں

ہوتی ہیں۔ مگر ان میں ایک بمقابلہ دوسری شرحوں کے مقبول طبائع ہو کر رائج ہوتی ہے۔ اور باقی تقویم پارینہ کی طرح طاق پر رکھی رہتی ہیں۔ صنعت و حرفت کو دیکھیں۔ ہر ایک کاریگر تعمیر و نقاشی وغیرہ جانتا ہے۔ مگر ایک بمقابلہ دوسروں کے زیادہ مشہور و معروف ہوتا ہے۔ علماء، اولیاء، مرسلین۔ شہداء۔ صدیقین اور عارفین کو دیکھو۔ ان میں بھی باعتبار فضیلت تفاوت ہے۔ ایک عالم کو علامہ کا لقب اور ایک ولی اللہ کو قطب الاقطاب۔ غوث الاعظم کا خطاب دیا جاتا ہے۔ جس سے ان کا طغرای فضیلت و نگین امتیاز آفتاب و مہتاب بنکر آفاق عالم پر چمکتا ہے۔ پس خدائے پاک کی بارگاہ سے جو درود حضور علیہ السلام پر بھیجا جاتا ہے۔ اس کی کیفیت کا علم اولیاء اللہ کو حسب معرفت و استعداد قرب متفاوت ہوتا ہے۔ کوئی اس کی ماہیت سے زیادہ واقف ہے۔ کوئی کم ؛

چہارم۔ جب درود بھیجنا ہر مومن پر فرض ہے۔ تو انسان کا فرض اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے۔ جب اس کو پورے اہتمام سے انجام دیا جائے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ وہ شارح جو کسی کتاب کی شرح لکھتا ہے۔ اسی صورت میں شرح اتم و مکمل ہو سکتی ہے جب اس شرح کی متن اصول صرف و نحو۔ معانی و بیان کے مطابق ہو۔ اور جن علوم کے مسائل کا اوس میں ذکر ہے۔ اس کی شرح کی جائے۔ جو شارح مسائل علوم محوّلہ سے ناآشنا ہے۔ اور ان مسائل کی توضیح نہیں

کرسکتا۔ اوس کی شرح ناقص ہے۔

ایک معمار جو کسی مکان کی بنیاد مستحکم نہیں رکھتا بظاہر اوسکی عمارت خواہ کیسی ہی خوشنما ہو مگر ایسی عمارت (انجینیر) کے نزدیک قابل رہایش نہیں۔ اور چونکہ بنی نوع انسان کے افعال آپسمیں متفاوت ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک انسان دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی اصول پر ایک دوسرے سے مشورہ و رائے طلب کی جاتی ہے۔ اور اسی قاعدہ پر تقلید شخصی کی بناء ہے چونکہ مجتہد قرآن و حدیث پر ایسا عبور رکھتا ہے جو عوام نہیں رکھتے۔ اور نیز کتب احادیث میں ایسی حدیثیں ہیں جن کا مضمون بظاہر متضاد ہوتا ہے۔ اس خیال سے کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے کسی مجتہد کی تقلید لازمی ہے۔ کیونکہ سوائے اس کے نظام عمل قائم نہیں رہ سکتا۔ کوئی علمی عملی شعبہ بہرحال اپنے سے بہتر اور ماہر علم و فن کا تتبع کیا جائے۔ بچے۔ جوانوں سے۔ جوان بوڑھوں سے۔ جاہل عالم سے۔ بے ہنر ہنرور سے۔ ناتجربہ کار تجربہ کار سے اپنے معاملات میں امداد لیتا ہے۔ اور جس قدر کسی ماہر ترین یا بہترین شخص سے مشورہ لیا جائے۔ اوسیقدر وہ کام اچھی طرح انجام ہوتا ہے

گم کردہ راہ راہروان کے نقش پا سے منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ تیراندازی تیرانداز سے۔ شناوری شناور سے۔ کتابت کاتب سے۔ کشتی رانی ملاح سے سیکھی جاتی ہے

روحانی کیفیتوں کا بھی یہی حال ہے۔ مریدان با ارادت حلقہ

میں بیٹھکر مرشدوں کی نور نگاہ سے شمع دل کو روشن کرتے ہیں صوفیوں کا تمام سلسلہ اسی اصول پر قائم ہے۔ ایک ولی کی وجدانی طاقت دوسرے ولی کی امداد کرتی ہے فابتغوا الیہ الوسیلۃ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کسی شہر یا ملک کے حالات کو کماحقہ وہی لکھ سکتا ہے۔ جس نے اپنی آنکھوں سے اوس شہر یا ملک کی گلی گلی۔ پرگنہ پرگنہ کو دیکھا ہو۔ دوسرا خواہ کیسا ہی فصیح ہو۔ صرف روایات سے صحیح حالات تحریر نہیں کرسکتا

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

پس اس سے ثابت ہوا جو شخص کسی امر یا حقیقت سے زیادہ واقف ہوتا ہے وہ اس حقیقت کو اچھی طرح بیان کرسکتا ہے۔ اور اس کی بیان کردہ شرح زیادہ مؤثر و مکمل ہوتی ہے۔ اس سے یہ دلیل پیدا ہوتی ہے کہ جس قدر کوئی عارف زیادہ ورود کی حقیقت سے واقف ہوگا، اسی قدر اس فرض کے ادا کرنے میں قابل تعریف اور قابل اتباع ہوسکتا ہے۔

پنجم محسوسات کی مثالوں کو دیکھو۔ دو دوست یا آشنا جو ایک دوسرے سے راہ و رسم ضبط و ربط رکھتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے اخلاق و اوصاف سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ بمقابلہ اوس اجنبی کے جو ان دونوں کے حالات سے بے خبر ہے۔ ایسا ہی جو شخص کسی چیز کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ وہ اس کے خط و خال کو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے بمقابلہ اوس کے جو دور ہے جو کسی میوہ کو کھاتا ہے۔ وہ بمقابلہ اس کے جس

نے یہ میوہ دیکھا تک نہیں ہے میوہ کے ذائقہ و رنگ کی اچھی طرح تشریح کر سکتا ہی۔ یہی مثال روحانی کیفیتوں و عالم بالا کی ہے۔

سیدی۔ مرشدی۔ مولائی حضرت غوث الثقلین قطب الاقطاب شیخ محی الدین ابو محمد السید عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا کا جو قرب و منزلت بارگاہ رسالت مآب ختم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور جو عزت و مرتبہ جناب کا درگاہ رب العزۃ جل ذکرہ میں ہے۔ اور اس قرب و عزت سے جس قدر کرامات و خوارق حضرت رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ متواتر روایات سے صحیح و ثابت ہیں۔ اور اس تواتر سے کسیکو انکار نہیں۔ اور خود حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات میں بطور شکر نعمت فرمایا ہے۔

واطلعنی علی سر قدیم

وقلدنی واعطانی سؤالی

خدا نے مجھے راز قدیم (قرآن مجید) سے واقف کیا۔ اور میری گردن میں (رضا و تسلیم) کا گلوبند ڈالا۔ جو کچھ میں نے مانگا دیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت رضؓ قرآن کی ماہیت پر مطلع ہیں۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ کے اخلاق کی شرح ہے۔

خلقه القران۔

عاجز است از وصف اخلاقِ محمد ہر ولی

ہست قرآنِ خدا تفسیرِ اخلاقِ نبی

ایک دوسرے شعر میں حضرت رضؓ نے فرمایا ہے۔

وکل ولی له قدم و انی

علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ایک ولی میرے قدم بقدم ہے۔ اور میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔ جو آسمانِ رسالت کے بدر کمال ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم بقدم ہیں۔ اور جو کسیکے قدم بقدم ہوتا ہے۔ وہ متبوع کے اوصاف و اخلاق سے زیادہ تر واقف ہے۔ کیونکہ متابعت کے یہ معنی ہیں کہ متبوع کے اخلاق و اوصاف کو اپنے وجود میں جمع کیا جائے پس حقیقت و اخلاق محمدی سے جس قدر شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ واقف ہیں۔ ایسا رتبہ کسی دوسرے ولی اللہ کو نہیں دیا گیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

حضرت رضی اللہ عنہ نے بھی يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا فرض ادا کرنا تھا۔ ادا کیا۔ اور یہ درود تالیف فرمایا۔ چونکہ اس سے ایک حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ اور مقدس زبان سے اس کے الفاظ نکلے تھے اور اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس لئے حضرت رضی اللہ عنہ کا اس طریق و آداب و الفاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا خدا کے درود بھیجنے کے مشابہ ہے۔ مومن کے جو افعال مشابہ افعال خدا ہوتے ہیں ان کے لئے برکت لازم ہوتی ہے

یہی سبب ہے جس نے باآداب مقررہ جب کبھی یہ درود پڑھا اُس کے دین و دنیا کے مقاصد حل ہوئے ۔ اسی شہرت سے اس درود کا نام الکبریت الاحمر (سرخ گندھک) مشہور ہوگیا۔ گوگرد سرخ سے اکسیر بنتی ہے اور وہ بہت نایاب ہے ۔ نظامی کہتا ہے ۔

نہ گوگرد سرخی نہ لعل سفید   کہ جوئندہ گردد ز تو نا امید

یا جس طرح کہ یہ روایت ہے کہ سرخ گندھک کو کیمیای طریق سے تانبے پر ڈالنے سے سونا بنجاتا ہے ۔ اسیطرح جو شخص اس کا ورد کرے ۔ اُس کا وجود طلا ہو جاتا ہے ۔ جس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے ۔ پس ہر ایک مومن کو اس کا ورد کرنا چاہئے ۔ کیونکہ اس سے زیادہ کسی درود میں حقیقت محمدیؐ و اخلاق احمدیؐ کی شرح نہیں ہے ۔ ایک ایک جملہ اس کا ہیکل مروارید اور ایک ایک لفظ اس کا لولوی آبدار ہے ۔ اس کے پڑھنے کے بعد جس جائز مقصد کے حصول کے لئے دعا کی جائے ۔ وہ قرین اجابت ہے ۔ کیونکہ اس درود کا ہر ایک لفظ الہامی ہے ۔ اور جسطرح خدائے پاک نے سورۂ فاتحہ میں حمد و دعا کی تعلیم دی ۔ اسی طرح حضور علیہ السلام پر درود بھیجنے کے کلمات کا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو الہام فرمایا ۔ پس ان تمام دلائل و تمثیلات سے جو میں بیان کر آیا ہوں یہ ثابت ہے کہ جس طرح حضرت غوث الاعظمؓ تمام اولیاء اللہ سے اعلےٰ ہیں ۔ اسیطرح درود الکبریت الاحمر کا وظیفہ دوسرے اوراد سے افضل ہے کیونکہ درود حضرتؓ خدا تعالےٰ کے درود کے مشابہ ہے ۔ اور اس کی تقلید لازم ہے ۔ اور اس کے ورد سے مقاصد کا حاصل ہونا

یقینی ہے ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا وظیفہ ان آداب و طریق سے کیا جائے جو اس کے لئے مقرر ہے ۔ اور جو لوگ محروم رہتے ہیں ۔ اُس کا باعث سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے ۔ بارش کا خاصہ زمین کو سرسبز کرنا ہے ۔ مگر سنگلاخ زمین سرسبز نہیں ہوتی ۔ کیونکہ اس میں صلاحیت نہیں ہے ۔ اور ایسا ہی شورہ زمین میں کھیتی نہیں ہوتی ۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ہر دوا میں تاثیر ہوتی ہے ۔ لیکن اگر اس کو باقاعدہ طریق پر ترتیب نہ دیا جائے تو وہ اثر نہیں کرتی ۔ ایسا ہی اگر ورد و وظیفہ میں آداب کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اس درود شریف کی تاثیر مفقود ہو جاتی ہے ۔

الکبریت الاحمر کے وظیفے کے آداب ذیل ہیں

(۱) مکان پاک (۲) لباس پاک (۳) جسم پاک (۴) باوضو ہونا (۵) قبلہ رو ہو کر پڑھنا (۶) الفاظ و اعراب کی صحت (۷) الفاظ کے معانی سمجھنا (۸) کسی عارف باللہ سے اجازت حاصل کرنا (۹) سنت نبویؐ کا تابع ہونا اور امر کا بجا لانا نواہی سے مجتنب رہنا (۱۰) اکل حلال (۱۱) اخلاص دل سے ورد کرنا ۔

(۱۲) مشہور طریق یہ ہے کہ قاری قبل از شروع درود الکبریت الاحمر وظائف ذیل کو بالترتیب بشمار ذیل پڑھے ۔ اللھم صل علی سیدنا محمد مظہر الجلال والجمال مرءات الذات والصفات منبع المشاھدات و

معدن التجلیات موصل العباد الی رب الارباب بعدد کل معلومات لک
وبارک وسلم (ایکبار) سورۂ فاتحہ (ایک بار) آیۃ الکرسی (ایک بار) سورۂ اخلاص
(۱۱ دفعہ) سورۂ فاتحہ (ایک بار) درود من کورہ (ایک بار) اخیرات کو قبل از نماز
صبح ۱۱ دفعہ یا صبح کی نماز کے بعد علی الدوام بلاناغہ ایک دفعہ درود الکبریت
الاحمر پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد مقصد دینی و دنیاوی کی دعا مانگی جائے
اور دعا کو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب
النار سے شروع کرے۔ ادب یا شرط (۶) کے لئے میرے مکرم دوست
سید محمد عبداللہ صاحب قادری حسینی منطقی برکاتہم متولی مسجد جامع
وسجادہ نشین درگاہ عالیۂ قادریۂ غوثیۂ عالیکدل کشمیر نے بہت جدوجہد
سے ایک صحیح نسخۂ الکبریت الاحمر کا بہم پہونچایا۔ جو اس نسخے کی نقل
ہے جسکو خلیفۂ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے
قلم سے لکھا تھا۔ یہ ایک نسخہ کیمیا تھا۔ جو جناب سجادہ نشیں صاحب نے
مجھے عنایت کیا جزاھم اللہ خیرالجزاء۔ اور ساتویں شرط کے انجام کے
لئے جناب ممدوح کا ارشاد ہوا کہ میں اس نسخے کے مطابق اردو عام فہم
شرح لکھوں۔ میں نے امتثالاً للامر معتبر کتب لغت وصحائف تصوف
سے لفظوں کے معانی و اصطلاحات کے بعد تحقیقات و تنقید توضیح
کی۔ اگر جناب سجادہ نشیں صاحب کی تحریک نہوتی۔ تو مجھے یہ سعادت
عظمےٰ و نعمت کبریٰ کہاں نصیب تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں ان کی اس تحریک و عطیۂ نسخہ کیمیا کا شکر بجان و دل ادا کرتا ہوں
اے خدا اس خدمت کو بطفیل حضرت سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم و بوسیلۂ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ میرے اور میرے
والدین کے لئے ذریعۂ نجات و مغفرت کر۔ آمین
ربنا تقبل منا بقبول حسن انت ارحم الراحمین

ابوالبرکات محمد عبدالمالک

خلف

علامۃ الدہر مولوی محمد عالم صاحب تغمدہ اللہ بغفرانہ

کھوڑی ضلع گجرات

پنجاب



قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی شَانِ حَبِیْبِہٖ ﷺ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ

تمہارے پاس ہمارا ایک ایسا نمائندہ آیا ہے جو (بظاہر خود) تم (سب) ہی میں سے ہے۔ وہ (تم سے ایسی

اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ

شدید محبت کرنے والا ہے کہ) تمہاری ہر پریشانی اس پر بھاری ہے (کہ میرے محبوب کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ میری مخلوق راستے

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

سے بھٹک کر دوزخ کا ایندھن بنے) تم مومنوں کی بھلائی کیلئے وہ بڑے حریص ہیں اور بڑے نرم دل و مہربان ہیں

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۱۲۸ التوبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدًا ۔ اللّٰھم اے خدا۔ اصل اس کا یا اللہ تھا۔ یا حذف ہو کر میم مشدد آخر میں لاحق کیا گیا۔ اللّٰھم سے دُعا شروع کرنا تمام اسمارِ الٰہی کے وسیلہ سے دعا کرنا ہے۔ اور اللّٰھم سے دُعا مانگنا اقرب الی الاجابۃ ہے۔ یا اللہ میں تصرف کر کے اللّٰھم پڑھنا تضرع و اضطراب و عجز کو ظاہر کرتا ہے جو دعا کی اجابت کے لئے ضروری ہے۔ حضرت سیّدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و قدس اللہ سرّہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ اسم پاک کے تلفظ کے وقت ماسوی اللہ ذہن انسان سے محو و معدوم ہو جائے۔ لوگ اسم اعظم کی تلاش میں ہیں۔ اسم اعظم تو اکثر مشائخ کے نزدیک اللہ ہے۔ لیکن اس کی تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس کی مشق اس طرح کرے کہ بوقت ذکر سوائے انوارِ الٰہی کے انسان کے دل میں کوئی اور تصور باقی نہ رہے۔ اگر یہ منزل حاصل ہو جائے تو اس کی تاثیر وہی ہوتی ہے جس کا ذکر حضرت سلطان الاولیا شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے قصیدۂ غوثیہ میں فرمایا ہے۔

ولو القیت سری فوق میت   لقام بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ

مراد سر سے اسم اعظم (اللہ) ہے کہ اگر اخلاص سے پڑھا جائے تو اس کی برکت سے مردہ زندہ۔ پہاڑ پاش پاش اور دریا خشک اور آگ سرد ہو جاتی ہے (اجعل) صیغہ امر۔ جعل۔ کرنا۔ بنانا۔ پیدا کرنا۔ نام رکھنا ایک چیز کا دوسری شکل میں تبدیل کرنا۔ آیات جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا سے اچھی طرح جعل کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس جگہ مراد اجعل سے اَنْزِل ہے نازل کر (اَفْضَلَ) صیغہ افعل التفضیل فضل۔ بزرگی۔ شرف۔ اَفْضَلُ اَنْ اَجْزَلُ واَشْرَفُ۔ (صلوٰت) جمع صلوٰۃ۔ دعا۔ استغفار۔ رحمت۔ مغفرت ثناء۔ درود۔ تعظیم۔ ذکر۔ نماز۔ اگر صلوٰۃ کا لفظ اللہ کی طرف مضاف ہو۔ مثلاً صلوٰۃ اللہ تو اس سے مراد رحمت و مغفرت ہے۔ اور اگر ملائکہ و مسلمین کی طرف مضاف ہو تو دعا و استغفار ہے۔ یا ملائکہ سے استغفار اور مومنین سے دعا مقصود ہوتی ہے چونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اسلئے اس فرمان کی تعمیل میں جس قدر حضور علیہ السلام پر درود پڑھا جائے۔ باعث برکت و دین ہے اور اسکی برکت سے تمام مصائب اخروی و دنیوی دور ہوتے ہیں۔ اور اسکے وسیلہ سے مدارج قرب حاصل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام حبیب اللہ ہیں پس حبیب کے لئے جس قدر تعریف کی جائے اور جس قدر اس کے لئے

رحمت طلب کی جائے باعث رضائے الٰہی ہے۔ اور جس پر رضاء الٰہی مبذول ہو۔ وہ دین و دنیا میں فائز المرام ہوتا ہے۔ (عَدَدًا) تمیز۔ عدد جو کسی چیز کا شمار ظاہر کرے۔ یا مراد اس سے مطلق شمار ہے۔ ای خدا جو رحمت تیرے نزدیک باعتبار شمار بہتر و افزوں تر ہو وہ حضور علیہ السلام پر نازل کر۔ یہ مسلم ہے کہ خداوند تعالیٰ کا علم تمام اعداد کو حاوی ہے۔ اس لئے استدعا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام پر اس قدر درود ہو جس کا احاطہ انسان کے ذہن سے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انسان کو یہ علم ہے کہ کس شمار و کس الفاظ و کس طریق سے صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی تعمیل ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس تعداد کو وسعت علم الٰہی کی تفویض کیا گیا انسان قاصر ہے۔ علم اس کا محدود ہے۔ اس کو یہ طاقت ہی نہیں کہ کما ینبغی فرض صلوا و سلموا کو ادا کر سکے (وَاَنْمِیْ بَرَکَاتِکَ سَرْمَدًا) (اَنْمِیْ) اسم تفضیل بلند تر۔ افزوں تر۔ مبارک تر۔ نمو بڑھنا۔ نامی بڑھنے والا، برکات جمع برکت۔ خیرات میں زیادتی۔ نیک بختی۔ کرامات۔ بَرَکَاتُ السَّمَاءِ۔ بارش۔ برکات الارض۔ گیاہ و سبزی۔ بارکنا حولہ۔ بارک اللہ۔ اللھم بارک علی محمد سے اس لفظ کا مفہوم بخوبی ظاہر ہوتا ہے مراد اس جگہ اُن تمام خیرات سے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے انسان پر نازل ہوتے ہیں (سَرْمَدًا) حال ہے۔ دائم۔ پیوستہ متصل۔ جس میں انقطاع یا ناغہ واقع نہ ہو۔ مراد وہ برکت جو دائمًا و ابدًا جاری ہے۔ اے خدا اپنی بڑھنے والی برکتیں جو متواتر و پیوستہ

ہوں حضور علیہ السلام پر نازل کر۔ {وَاَزْکٰی تَحِیَّاتِکَ فَضْلًا وَّمَدَدًا} {اَزْکٰی} صیغۂ افعل التفضیل۔ زیادہ تر۔ تمام تر پاکیزہ تر۔ زکوٰۃ کو اس لئے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ کہ اس سے مال پاک ہو جاتا ہے {تَحِیَّات} جمع تحیۃ بمعنی تحفہ۔ سلام {فضل} افزونی۔ زیادتی۔ ضد نقص {مَدَدْ} بفتحتین جس کے ذریعہ کسی چیز کو بڑھایا جائے۔

مد مجموعہ طول۔ عرض۔ ارتفاع۔ جو مجسّم چیز میں پایا جاتا ہے۔ اے خدا اپنی رحمت کی تحایف کو جو بحیثیت بزرگی و مقدار پاکیزہ تریں ہوں حضور علیہ السلام پر نازل کر۔ ان تین فقروں کے مقابل کے الفاظ کی ترتیب کو غور سے دیکھو ان میں کئی نکات ہیں۔ افضل۔ انمیٰ۔ ازکیٰ۔ صلوات۔ برکات۔ تحیات عدد۔ مزید۔ مدد ہم ان الفاظ کا فرق ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک کا مفہوم فی الجملہ دوسرے میں پایا جاتا ہے۔ ہر ایک درود میں فضیلت پائی جاتی ہے اگر وہ بآداب پڑھا جائے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس قدر اس کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ اس میں فضیلت زیادہ پائی جائیگی۔ اور یہی فضیلت عددی ہے اور لفظ صلوٰۃ کا ماخوذ ہے صَلّی یا تصلیہ سے۔ اور نیز اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ کا درود بمقابلہ درود فرشتوں اور انسانوں کے افضل ہے اور اس کا علم تمام اعداد کو حاوی ہے۔ بمقابلہ انسان و فرشتوں کے برکت میں کل فتوحات روحی شامل ہیں۔ جب خدا کسی پر خیر نازل کرتا ہے تو وہ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ حتیٰ کہ قبر میں بھی وہ چیز نازل ہوتی رہتی ہے۔ کتاب الروح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض

ولی اللہ جو زندگی میں کلام اللہ یاد کر رہے تھے۔ اور قبل از ختم قرآن فوت ہو گئے انہوں نے قبر میں حفظ قرآن کو تمام کیا۔ پس یہی برکتیں قیامت تک بڑھنے والی ہیں۔ تحیات میں اشارہ ہے۔ تمام نعمار روحانی و جسمانی کی طرف جو باعتبار عنایت آلٰہی شک و شبہ سے پاکیزہ تر ہیں۔ اور مقدار میں ایسی نمایاں ہیں۔ کہ ان کو اس جسم سے جو روشنی میں صاف نظر آتا ہو۔ تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ گویا تحیات کا وجود ایسا ثابت ہے جس طرح کہ کوئی جسم صاف طور پر نظر آتا ہو پس ان معنوں میں تحیات کے ساتھ ازکیٰ اور مدد کا لفظ چسپاں ہے۔ اور کثرت سے روایات ہیں۔ کہ بعض اولیاء اللہ پر محفل ذکر آلٰہی میں نور کا شعلہ آسمان سے نازل ہوتا دیکھا گیا۔ پس یہی تحیات ہیں جو باعتبار مقدار کے پاکیزہ تر ہیں سبحان اللہ حضرت نے کس فصاحت و بلاغت سے ان فقروں کو ادا کیا گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ حضرتؒ نے درود کی فضیلت عددی۔ اور مقدار مطلوبہ۔ اور پاکیزگی کو خدا کی تفویض فرمایا۔ اور اپنا عجز ظاہر کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اے خدا ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس الفاظ یا کس ترتیب یا ادب یا شمار میں حضور علیہ السلام پر درود بھیجیں جو تیرے نزدیک افضل و پاکیزہ ہو (ہم قاصر ہیں) جو تیرے نزدیک افضل ہو وہ درود بھیج۔ جس ذات پاک کی تعریف خدا نے کی۔ اور جس پر درود خدا نے بھیجا ہے۔ اس کی تعریف اور درود بھیجنے کا حق کسطرح انسان ادا کر سکتا ہے۔ ؎

خدائے پاک بداند صلوٰۃ و وصف رسول
کہ ہست منزل بالا ز فکر انسانی

یہاں ایک تو درود شریف کی فضیلت و پاکیزگی کا بیان ہے۔ اس سے آگے حضور علیہ السلام کی تعریف شروع ہوتی ہے۔

عَلٰی اَشْرَفِ الْحَقَائِقِ الْاِنْسَانِیَّۃِ {علی} یہ صلہ ہے۔ اجعل کا جس سے اجعل کے معنی اُنزل ہو گئے ہیں۔ (اَشْرَف) افعل التفضیل۔ شرف بزرگی۔ برتری (حقایق) جمع حقیقت اصل ہر شے۔ انسانیت مردمیت۔ انسان۔ مردم۔ اگر ان الفاظ کی تعریف جیسا کہ کتب تصوف میں لکھی ہے کیجائے تو عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ لہذا میں عام فہم عبارت میں اس کو بیان کرتا ہوں۔ ہر چیز کی حقیقت ہوتی ہے۔ جو اس کو دوسری چیز سے الگ کرتی ہے۔ موتی کی باعتبار رنگ و وزن و خواص ذاتیات کے ایک حقیقت ہے۔ اور ایسا ہی لوہے کی الگ حقیقت ہے۔ ہر ایک چیز کی حقیقت خدا کے نزدیک ثابت ہے۔ پس انسان کی بھی حقیقت ہے۔ اور باعتبار اس کے مدارج کے انسان کی کئی حقیقتیں ہو سکتی ہیں۔ انسان خدا کا مظہر ہے یعنی بعض صفات الٰہی کا ظل ہے۔ رحم۔ کرم۔ رافت۔ مغفرت۔ علم۔ حلم۔ وغیرہ۔ جیسا کہ خدا کی ذات میں حقیقی معنوں میں موجود ہے۔ ایسا ہی انسان میں اس کا ظل پایا جاتا ہے۔ البتہ ایسے صفات جو خدا کی ذات کے لئے مختص ہیں وہ انسان میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً یکتائی۔ علم الغیب وغیرہ خاصۂ ذات الٰہی ہے۔ پس معنی اشرف الحقائق الانسانیۃ کے یہ ہوئے کہ حضور علیہ السلام کے اوصاف اور خواص ذاتیات دوسرے انسانوں کے اوصاف اور خواص سے اعلےٰ و ممتاز ہیں۔ کیونکہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور آپ خاتم الانبیاء

ہیں۔ آپ کو معراج میں قاب قوسین کا قرب حاصل ہوا۔ تصوف میں حقیقت انسانیہ و انسان کامل کی نسبت اس قدر دقیق بحث ہے۔ کہ وہ عام کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لئے انہیں علما کی تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور نیز اس میں اشارہ ہو کہ انسان کو خدائے پاک نے اپنی معرفت و عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن جو حق عبادت و معرفت حضور علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ وہ دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس لئے آپ اشرف مخلوقات ہیں۔

محمد سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب ومن عجم

سو وہ کون محمد دنیا اور آخرت کے سردار — اور جن و انسان کے سردار اور دونوں فریقوں عرب اور عجم کے

وَمَعْدِنِ الدَّقَائِقِ الْاِیْمَانِیَّۃِ {معدن} سونے چاندی اور جواہر کی کان (دقائق) جمع دقیقہ۔ باریکی۔ امر پوشیدہ۔ ایمان۔ اقرار بزبان و تصدیق دل۔ یہ تمام الفاظ تصوف کے ہیں۔ ایمان۔ یقین ایک کیفیت ہے جو انسان کے دل میں کسی چیز کے وجود یا ثبوت یا عدم کی نسبت پیدا ہوتی ہے۔ ہم آفتاب کو روشن دیکھتے ہیں۔ تو ہمارے دل میں ایک کیفیت آفتاب کے وجود و ثبوت کی نسبت پیدا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کا نام ایمان ہے۔ اور پھر ہم زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ آفتاب موجود ہے۔ پس مومن وہی ہو جو خداوند تعالےٰ کے وجود اور اس کے احکام پر اس طرح یقین کرے جسطرح کہ وہ آفتاب کو دیکھکر اس کے وجود اور روشنی کا اذعان کرتا ہے۔ اور ایمان ایک باریک راستہ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہمارے ایمان

کے لئے ہم کو دعا کا طریق اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ بتایا ہے۔ ایمان کئی تصدیقوں کا مجموعہ ہے۔ اور ہر ایک تصدیق کی منزل مشکل گذار ہے۔ انسان صرف خدا کی وجود کی تصدیق سے مومن نہیں ہو سکتا جبتک کہ وہ حضور علیہ السلام کی نبوت اور قرآن شریف کی تصدیق نہ کرے۔ پس ذات سرور کائینات ایسے تصدیقوں کے جواہر کی کان ہے۔ انسان حیوان ناطق کلیات وجزئیات کا مُدرک ہے۔ اور یہی ادراک ظل علم آلہی ہے اور اس کے ذریعے وہ معرفت اور احکام آلہی کا اذعان[1] کرتا ہے۔ اور جس قدر تصدیق دقایق ایمانیہ کی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی ہے۔ اور کسی فرد بشر کو نہیں دی گئی۔ اور اس سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح سونا چاندی اور جواہر کان سے نکل کر دنیا میں مروج ہوتے ہیں اسیطرح تمام تصدیقات آلہی و احکام آلہی کا ماخذ و منبع حضور علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ آپ ہی نے احکام الہی کو دنیا میں پھیلایا۔ اور مشعل ہدایت کو جلایا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ ایمان کی تصدیقات دقیق و باریک ہیں۔ جس طرح دو نقطوں کے درمیان میں ایک ہی خط مستقیم ہو سکتا ہے۔ اور وہ باریک سے باریک ہوتا ہے اسیطرح ایمان کی تصدیقات باریک ہیں۔ اور اس راستہ کا تلاش کرنا اور اسپر چلنا مشکلات سے خالی نہیں ہے۔ یہی مثال ایمان کی ہے کہ خط مستقیم ایمان کا دوسرے خطوط یعنی بدعات و شرک سے ممیز کرنا۔ باریک بینی تصدیق و اذعان پر مبنی ہے۔ ایمان کے معنی گرویدگی اور شیفتگی ہیں۔ جو تصدیق و یقین و اذعان کا اعلے مرتبہ اور نتیجہ ہے۔

---

[1] فرمانبرداری۔ اطاعت۔

حضور علیہ السلام ایمان کی باریکیوں کی کان ہیں۔

وَطُوْرِ التَّجَلِّیَاتِ الْاِحْسَانِیَّۃِ طور ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا۔ قرآن میں طور سینا آیا ہے۔ (تجلیات) جمع تجلّے۔ روشنی۔ مراد انوار آلہی (احسان) نیکی کرنا۔ حدیث میں احسان کی تعریف مذکور ہے۔ کہ خدا کی عبادت اس طرح کی جاوے۔ کہ گویا خدا دیکھ رہا ہے۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ حضور علیہ السلام انوار آلہی کی تجلّی کے طور ہیں جہاں ہر لحظہ نور آلہی چمکتا ہے۔ اور نیز اول ما خلق اللّٰہ نوری کا مفہوم اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کا وجود باجود دنیا میں ایک احسان ہے کہ لوگوں کو ضلالت سے بچا کر راہ ہدایت پر لاتا ہے۔ اور حضور بمنزلہ کوہ طور کے ہیں۔ جن کے جلوہائے احسان تمام دنیا پر نور افگن ہیں۔

وَمَھْبِطِ الْاَسْرَارِ الرَّحْمَانِیَّۃِ (ھبوط) نازل ہونا۔ مہبط جائے نزول (اسرار) جمع سرّ راز۔ حضور علیہ السلام اسرار رحمانی کے جائے نزول ہیں۔ اسرار رحمانی سے مراد یا تو کلام آلہی ہے۔ یا وہ اسرار ہیں جس پر حضور علیہ السلام کو معراج میں آگاہ کیا گیا۔ اسرار کی اضافت رحمان کی طرف دلیل ہے۔ کہ وہ ایسے اسرار ہیں۔ جن پر کسی اور کو سوائے حضور علیہ السلام کے واقف نہیں کیا گیا۔ میرا ایک شعر ہے۔ ۵

در شب معراج کردی گفتگوئے با خدا
گفتگوئے کاں بود بالاتراز گفت وشنید

وَاسِطَۃِ عِقْدِ النَّبِیِّیْنَ {واسطۃ} درۃ التاج وہ بڑا موتی جو ہیکل کے وسط میں ہوتا ہے (عِقْدِ) رشتہ مروارید مراد گلوبند ہیکل (النبیین) جمع نبی جس پر وحی نازل ہو۔ اور صاحب شریعت ہو۔ رسم ہے کہ موتیوں کی ہیکل میں دونو طرف اردگرد چھوٹے چھوٹے موتی پرودیئے جاتے ہیں۔ اور اُن کے درمیان بڑا درخشاں موتی ہوتا ہے۔ تمام انبیاء کے سلسلہ موتیوں کی ہیکل سے استعارہ کیا گیا۔ اور حضور علیہ السلام کو اس ہیکل کا درۃ التاج بنایا گیا۔ سبحان اللہ کیا عمدہ تشبیہ ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کل انبیاء سے برتر اور خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے آپ کی ذات کو واسطہ و درۃ التاج سے تشبیہ دینا شایانِ شان ہے۔ اور جس طرح ہیکل کے موتیوں کی زینت درۃ التاج کی آب و تاب سے ہوتی ہے اسیطرح تمام انبیاء کی رونق و زینت حضور علیہ السلام کے وجود باجود سے ہے۔ یا واسطہ سے مراد ذریعہ و رابطہ ہو کہ حضور تمام انبیاء کے پیشرو ہیں اور وہ انبیاء اور خدا کی درمیان واسطہ ہیں۔ حضور تمام پیغمبروں کے رشتہ مروارید کے درۃ التاج ہیں **وَمُقَدَّمُ جَیْشِ الْمُرْسَلِیْنَ** (مقدم) پیشرو۔ سپہ سالار (جَیْش) لشکر (مُرْسَلِیْن) جمع مرسل۔ مقدمۃ الجیش وہ جماعت جو لشکر کے آگے آگے بغرض دریافت حالات سپاہ دشمن جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا مقدم ہونا۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔ میں اس وقت نبی تھا۔ جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے یعنی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور نیز اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ سب پہلے جو خدا نے پیدا کیا۔ وہ میرا نور تھا۔ سے ثابت و محقق ہے۔ پس

حضرت کا لشکر پیغمبران کا سپہ سالار ہونا آپکے امتیاز کی دلیل ہے۔ غرض ایجاد افلاک حضور علیہ السلام کا وجود مبارک ہو اور غرض اور نتیجہ اگرچہ مبادی کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مقصود بالذات ہوتا ہے۔ اس کی تقدیم معنوی اسکو حاصل ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں بھی حضور علیہ السلام مقدم ہوئے اور نیز چونکہ شبِ معراج میں سب ملایکہ و مرسلین آپکے ہم رکاب تھے۔ اس لئے سپہ سالاری جیش مرسلین کا رتبہ آپ کو حاصل ہے۔ اور نیز مسجد اقصٰے بیت المعمور و سدرۃ المنتہٰے کے مقامات پر حضرت کا امام انبیاء و ملائکہ ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ امام المرسلین والملائکہ ہیں۔

وَاَفْضَلُ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِیْنَ {خلایق} جمع خلیقہ۔ عادت مخلوق۔ {اَجْمَعِیْنَ} تمام۔ اس فقرہ سے فضیلت حضور علیہ السلام کی اولین و آخرین سفلیات و علویات پر ثابت ہوئی۔ اسیوجہ سے آپکا لقب اشرف المخلوقات ہے۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ   وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ
سو علم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں   آپ اللہ کی ساری مخلوقات سے بہتر ہیں

اگرچہ حضور علیہ السلام انسان ہیں۔ لیکن وہ تمام مخلوقات سے برتر ہیں۔ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق و عادات میں تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

حَامِلِ لِوَاءِ الْعِزِّ الْاَعْلٰی (حمل) اوٹھانا۔ حامل اُٹھانیوالا {لواء} جھنڈا۔ {العِزّ} عزت۔ غلبہ۔ بلندی رتبہ۔ قرآن میں آیا ہے۔ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اَعْلٰی) بلند تر۔ قرآن میں آیا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ

الاعلیٰ۔ عزت اعلیٰ سے مراد نبوت کبریٰ ہے۔ یا لواء الحمد ہے۔ یا اجازت شفاعت ہے۔ جو حضور کو قیامت کے دن عطا ہوگی۔ اور نیز اشارہ ہے اٰدمُ وَمَن دُوْنِہٖ تحت لوائی آدم اور دوسرے پیغمبر میرے جھنڈے کے نیچے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضور علیہ السلام سلطنتِ اعلیٰ رسالت کے علمبردار ہیں۔ **وَمَالِکِ اَزِمَّۃِ الشَّرَفِ الْاَسْنٰی** (مالک) متصرف (ازمّۃ) جمع زمام۔ مہار شتر (شرف) رفعت۔ مجد (اَسنٰی) اشرف۔ ارفع۔ سنا البرق بجلی کی روشنی۔ شرف اسنیٰ سے مراد معراج ہے۔ چونکہ حضور براق پر سوار ہوکر آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ اسلئے مالک زمام کا لفظ مناسبات سے ہے۔ یا الاشرف الاسنیٰ سے مراد شریعت غرّا ہے۔ ہر ایک توجیہ کے لحاظ سے حضرت متصرف و مالک ہیں۔ **شَاھِدِ اَسْرَارِ الْاَزَلِ۔** (شاھِد) واقف۔ حاضر مقیم۔ گواہ۔ قرآن شریف میں ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا (اسرار) جمع سِر (اَزَل) وہ زمانہ جس کا ابتدا نہیں ہے۔ اسرار ازل سے مراد قرآن شریف ہے۔ کیونکہ قرآن قدیم ہے۔ اس لئے اس پر اطلاق ازل کا ہوسکتا ہے۔ پس جو حقیقت قرآن کی حضور علیہ السلام کو معلوم ہے۔ وہ کسی اور کو نہیں ہے۔ اور اوّل ما خلق اللہُ نوری سے واقف اسرار ازل ہونا ثابت ہے یا اسرار ازل سے مراد وہ علوم ازلی ہیں جس پر خدائے تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو واقف کیا۔ حضرت ازل کے بھیدوں کے واقف ہیں۔ **وَمُشَاھِدِ اَنْوَارِ السَّابِقِ الْاَوَّلِ۔** (شاھِد) معائنہ کرنیوالا۔ واقف (انوار) جمع نور (السّابق) آگے بڑھنے والا

السابق الاوّل خدا کی تعریف ہے۔ حضور علیہ السلام انوار الٰہی کا جو تمام مخلوقات سے سابق اور اول ہے مشاہدہ کرنے والے ہیں حضرت کا السابق الاوّل کے انوار کا مشاہدہ کرنا دلیل اس امر کی ہے۔ کہ حضرت سب موجودات سے اوّل ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک حقیقت محمدی اعلیٰ و اکمل ظل الٰہی ہے اس لئے حقیقت محمدی مظہر انوار الٰہی ہے۔ **وَتَرْجُمَانِ لِسَانِ الْقِدَمِ** (ترجمان) ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے والا۔ (لِسَان) زبان۔ (قِدَم) ہمیشگی۔ خدا تعالیٰ قدیم اور اس کا کلام بھی قدیم ہے۔ حضور علیہ السلام قرآن کے مقاصد کو بیان کرنیوالے ہیں۔ یا لسانِ قدم سے مراد کُتب الہامی ہیں۔ جن کے احکام کو حضور علیہ السلام نے لوگوں کو سمجھایا۔ یا حضور علیہ السلام خداوند تعالیٰ کے قدیم ہونے پر ایک روشن دلیل ہیں۔ جیسا کہ آیات قرآن سے مفہوم ہوتا ہے۔ **وَمَنْبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِکَمِ** (منبع) چشمہ (علم) جاننا (حِکم) جمع حکمت۔ دانش۔ علیم حکیم خداوند تعالیٰ کے نام ہیں۔ حضور علیہ السلام علم حکمت کے مظہر اتمّ و محلِّ اکمل ہیں۔ کلام اللہ میں آیا ہے۔ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ علم و حکمت خاصہ خدا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ یہ دو وصف عطا کرتا ہے۔ اس کو خاص عزت و قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ حضور علیہ السلام ان دو وصف کے ایسے مظہر اتم ہیں۔ کہ آپ کی ذات اشرف ان دو وصف کا سرچشمہ ہے جس کا فیض تمام دنیا کو پہنچ رہا ہے۔ چونکہ قرآن تمام علوم و حکم کو حاوی ہے۔

اسلئے یہی سرچشمۂ علوم و حکم ہے۔ **وَمَظْهَرُ سِرِّ الْجُوْدِ الْجُزْئِيِّ وَالْكُلِّيِّ** (ظَھر) آشکار ہونا۔ (مظھر) جائے ظہور۔ (جُوْد) بخشش (جزئی کُلی) منطق کی اصطلاح میں جزئی کی مثال (زید) جسکا اطلاق ایک خاص شخص پر ہوتا ہے۔ کل جیسے انسان یا حیوان جو کسی جزئیات یا انواع پر حاوی ہوتا ہے۔ اور اصطلاح صوفیہ میں کلی سے مراد عقول اور جزئی سے مراد نفوس ہیں۔ اور جہاں دو لفظ مقابلے کے لائے جاتے ہیں۔ وہاں مراد عمومیّت ہوتی ہے۔ یعنی تمام کاینات جس میں جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ عقول اور ارواح شامل ہیں۔ تمام کاینات جزئی کلّی کا پیدا کرنا خدائے تعالےٰ کی بخشش ہے اور غرض اس بخشش کی حضور علیہ السلام کا وجود مسعود ہے لولاک لما خلقت الافلاک حدیث بالمعنی ہے۔ اگر حضور کا ایجاد مقصود باریتعالیٰ نہ ہوتا۔ تو آسمان پیدا نہوتے جزئی۔ کلی۔ مفردات۔ مرکبات۔ سفلیات علویات۔ سب حضور علیہ السّلام کی خاطر پیدا کی گئی ہیں **وَاِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ الْعِلْوِيِّ وَالسِّفْلِيِّ** (انسان) آنکھ کی پتلی۔ (عین) آنکھ (علوی) آسمان کے رہنے والے (سفلی) زمین کے باشندے۔ یہ لفظ بھی متقابل ہیں۔ اس لئے ان سے بھی معنی عموم مراد ہے۔ تمام دنیا سماوی ہو یا ارضی حضور علیہ السّلام کے نور سے منوّر ہے۔ اور حضرت کی ہدایت سے صراط مستقیم پر چلتی ہے۔ سب اعضا سے عزیز اور نفیس آنکھ ہے کیونکہ تمام اعضا، بینائی کے محتاج ہیں۔ گویا تمام دنیا میں عزیز و نفیس ترین

وجود پاک حضرت کا ہے۔ اور تمام دنیا کی آنکھ وجود مسعود علیہ السلام ہے جس کے ذریعے سے وہ انوار جمال الٰہی کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔ بیان ہو چکا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے سب سے پہلے حضور علیہ السّلام کے نور کو پیدا کیا۔ اور حقیقت محمّدی کو آئینہ تمام دنیا کا بنایا۔ پس حضرت جزئی و کلی اسرار کے مظہر ہوئے حضرت کے وجود سے تمام اسرار جزئی کلّی ظاہر ہوتے ہیں جزئی خدا کا وہ حکم جو شخص واحد کے لئے صادر ہو اور کلّی وہ حکم جو تمام دنیا کیلئے آیا ہے۔ مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ **رُوْحٌ جَسَدٍ الْكَوْنَيْنِ** (روح) جان (جسد) جسم۔ (کونین) تثنیہ کون۔ جہان۔ دنیا و اخرت کو ایک جسم سے استعارہ کیا ہے۔ اور حضور علیہ السّلام کو اس کی روح قرار دیا۔ جسم میں جبتک جان نہ ہو۔ وہ بیکار ہے۔ دنیا کے لئے حضرت کا وجود شمع ہدایت ہے۔ اور آخرت میں مدار شفاعت۔ پس ہر دو جہان کے جسم کے حضرت صلعم روح و رواں ٹھہرے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ اگر عالم دنیا و آخرت کی روح حضرت نہ ہوتے تو یہ تمام کارخانہ کونین عبث و باطل تھا۔ اور رُوح امر ربّ ہے۔ جس کی حقیقت اس سے زیادہ ہم پر ظاہر نہیں ہوئی۔ جب رُوح امر ربّ ہے۔ اور حضرت تمام دنیا کی روح ہیں۔ تو گویا حضرت امر رب ہیں۔ جس سے تمام کائنات پیدا ہوئی۔

وَعَيْنِ حَيٰوةِ الدَّارَيْنِ (عین) آنکھ۔ (حیٰوۃ) زندگی۔ (دارین) تثنیۂ دار۔ سرا۔ پہلے فقرہ سے اس میں زیادہ وضاحت ہے۔ پہلے فقرہ میں کون ہستی ہے۔ دوسرے فقرہ میں حیات جو نتیجہ ہے ہستی کا۔

اس میں زیادہ ترقی ہے۔ اور نیز پہلے فقرے میں لفظ روح جسد تھا۔ اور دوسرے فقرے میں عین الحیات گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بجائے روح جسم کے چشم روح ہیں۔ وَالفرق بیّن۔ حیاتِ دارین سے مراد دنیا میں نیک اعمال اور آخرت میں جزائے خیر۔ پس حضور اس زندگی ہر دو سرا کی آنکھ ہیں جس سے دنیا منزل مقصود تک پہنچتی ہے۔ اگر حضرت کا نور نہ ہوتا تو نہ ہدایت حاصل ہوتی اور نہ اس کا صلہ ملتا۔ اور عین کے معنی ذات کے بھی ہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام خود ہر دو جہان کی زندگی ہیں ؂

لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا ہی نہ ہوتی۔ عین کے معنی چشمہ کے ہیں۔ حیوانات میں سے کوئی جانور سوائے پانی کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس حضرت چشمۂ حیات ہیں۔ سوائے اتّباع کے کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اصل زندگی ایمان ہے۔ اور ایمان حضرت کے اتّباع میں حاصل ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس اگر عین کے معنی آفتاب کئے جائیں تو حضرت کا وجود مشعل ہدایت زندگی ہر دو سرا ہے۔ حضرت سلطان سیدی و مولائی و ملجائی شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وقدس اللہ سرہٗ العزیز کا پایۂ فصاحت و بلاغت اس قدر ارفع ہے کہ ہر ایک فقرہ میں نیا مضمون لاتے ہیں۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ پہلے ہی مضمون کو دوسرے الفاظ میں دہرایا گیا ہے لیکن تحقیق لفظی و معنوی سے فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اَلْمُتَخَلِّقِ بِاَعْلٰی رُتْبَۃِ الْعُبُوْدِیَّۃِ

(خلق) خو۔ و خصلت۔ تخلق۔ کسی کی عادت کا خوگر ہونا (متخلق) جو کسی

کی عادت کا خوگر ہو (رتبۃ العبودیۃ) حق عبادت کا ادا کرنا عبد ہی ہو سکتا ہے۔ جو حق عبادت و اطاعت ادا کرے۔ خدائے پاک کی بارگاہ میں عبد کے خطاب کا اُسی وقت کوئی آدمی مستحق ہوتا ہے۔ جب وہ عبودیت کا رتبہ حاصل کرے۔ خداوندِ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا فرمایا ہے۔ کیونکہ حضرت نے مرتبہ اعلیٰ عبودیت کا حاصل کر لیا تھا۔ اور اس کا صلہ معراج ہوا۔ مرتبۂ عبودیت میں کوئی نفسانی خواہش اور ہستی ناپائدار کی خواہش باقی نہیں رہتی۔ اور انسان عبادت کرتے کرتے یہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ اس مطالب کو صحیح حدیث میں بیان کیا ہے جس کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ پس عبودیت کو رتبۂ اعلیٰ کہنا لازم ہے۔ اور رتبہ اعلیٰ عبودیت سے تخلق ہونا انسان کی ریاضت اور کوشش پر موقوف ہے۔ حضرت درجۂ خدا پرستی کے خوگر و عادی ہیں۔

حدیث قدسی) مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتے احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الذی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا وان سألنی لاعطینہ الی آخر الحدیث رواہ البخاری

اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے۔ تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ آخر حدیث تک اس کو بخاری نے روایت کیا۔

اَلْمُتَحَقِّقِ بِاَسْرَارِ الْمَقَامَاتِ الْاِصْطِفَائِیَّةِ۔ (تحقق)

صحیح ہونا۔ ثبوت۔ حصول۔ (مُتَحَقِّق) صیغۂ اسم فاعل۔ ثابت (اسرار) جمع سر۔ (مقامات) جمع مقام اقامت کی جگہ مراد رتبہ و منزل۔

(اِصطفائیۃ) اصطفا۔ برگزیدن۔ انتخاب کرنا۔ ممتاز کرنا۔ بعض نسخوں میں الربوبیۃ آیا ہے۔ ربوبیت شانِ ربی مرسل کا مرتبہ ایک دوسرے سے متفاوت ہوتا ہے جیسا کہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعضٍ سے ثابت ہے۔ اور اس فضیلت کے منازل مقرر ہیں۔ اور ہر ایک منزل کے اسرار ہیں۔ جو مرسلین حاصل کرتے ہیں۔ اور منزل اصطفا سب سے بلند تر و اعظم منزل ہے۔ حضور علیہ السلام کو خدا نے تمام پیغمبروں سے انتخاب کرکے اس منزل پر پہنچایا۔ اور اسی منزل پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا نام مصطفٰے (برگزیدہ) مشہور ہے۔ اور اس امتیاز کا نتیجہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ ہے۔ اور متحقق کے لفظ سے ظاہر ہے۔ کہ جو اسرار حضور علیہ السلام کو مقامات اصطفائیہ کے دیئے گئے ہیں۔ وہ آپ کی ذات میں ایسے ثابت و مسلم ہیں۔ کہ ان میں کبھی لغزش و زوال نہیں آسکتا اور چونکہ اصطفاء کے کئی مقام ہیں۔ اس لئے مقامات جمع کا صیغہ لایا گیا۔

سَیِّدُ الْاَشْرَافِ۔

(سید) سردار (اَشْرَاف) جمع شریف اشراف سے مراد مرسل و پیغمبر ہیں۔ جن کو شرف نبوت دیا گیا۔ یا اشراف سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کو شرف شریعت حاصل ہے۔ حدیث ہے

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ میں بنی آدم کا سردار ہوں۔ اور مجھے فخر نہیں ہے۔ یا مراد اشرفائے قریش ہیں۔ حضرت صلعم پیغمبروں یا قریش کے سردار ہیں

وَجَامِعُ الْاَوْصَافِ

(جامع) اسم فاعل۔ جمع کرنے والا۔ (اَوْصَاف) جمع وصف۔ خوی۔ وخصلت نیک۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ انک لعلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ پس یہی جامعیت اخلاق ہے اور حضور علیہ السلام ایک مثال خلق حسن ہیں۔ اور کوئی مثال خلق حسن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ تمام برگزیدہ اوصاف کا جامع نہو۔ جس قدر اوصاف دوسرے پیغمبروں میں پائے جاتے ہیں حضرت کا وجود اُن کا مجموعہ ہے ؎

حُسنِ یوسف یدِ موسیٰ دمِ عیسےٰ داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اَلْخَلِیْلُ الْاَعْظَمِ

(خلیل) دوستِ خالص (اَعْظَم) بزرگ تر حدیث میں آیا ہے۔ لوکنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکرٍ خلیلاً۔ اگر میں سوائے خدا کے کسی کو دوست بناتا تو ابابکر کو بناتا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اتخذنی خلیلاً کما اتخذ ابراھیم خلیلاً خدا نے جس طرح حضرت ابراہیم کو دوست بنایا۔ اسیطرح مجھ کو دوست بنایا۔ اعظم کے لفظ سے حضرت صلعم کی فضیلت حضرت ابراہیم پر ظاہر ہے۔ چونکہ مقصود بالذات تخلیق عالم سے حضور علیہ السلام کا وجود ہے۔ اس لئے خلیل اعظم ایک ہی ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں ہے نتیجہ قیاسات سے افضل ہوتا ہے۔

اَلْحَبِیْبُ الْاَکْرَمِ

(حَبِیب) دوست

صیغہ مبالغہ ہے (اَکْرَمْ) گرامی تر۔ محبت اور خلت میں فرق ہے۔ خلت محبت سے بڑھ کر ہے۔ حُبّ محبت و خلت دونوں کو شامل ہے۔ اور ایسا ہی اکرم کا لفظ اعظم سے استفادہ معانی میں زیادہ ہے۔ اکرم میں کرم و عظمت دونوں شامل ہیں۔ پیغمبروں کے خاص خاص لقب ہیں۔ حضرت ابراہیم کا لقب خلیل ہے۔ حضرت موسیٰ کا کلیم۔ حضور علیہ السلام کا حبیب۔ قصیدۂ بردہ میں آیا ہے۔ ؎ ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہٗ۔ حبیب میں خلت و کلام وغیرہ اوصاف سب شامل ہیں۔ حبیب کا لقب خلیل و کلیم سے برتر ہے۔ اور حبیب کا مفہوم اس شعر سے حاصل ہوتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اَلْمَخْصُوْصِ بِاَعْلَی الْمَرَاتِبِ وَالْمَقَامَاتِ

(مَخْصُوص) صیغہ مفعول خاص کیا گیا۔ (مراتب) جمع مرتبہ (مقامات) جمع مقام مثل مجازات جمع مجاز۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ۔ مراتب سے مراد معراج۔ ختم نبوت۔ شفاعت۔ حب ہے اور مقامات سے مراد مقام وسیلہ و مقام محمود وغیرہ ہیں۔ اور یہ مقامات و مراتب حضورؐ کے لئے مختص ہیں۔ اور آپ ان کے لئے مخصوص ہیں

وَالْمُؤَیَّدِ بِاَوْضَحِ الْبَرَاهِیْنِ وَالدَّلَالَاتِ

(مؤید) صیغہ مفعول تائید کیا گیا۔ (اَوْضَح) افعل التفضیل۔ بہت روشن و صاف (براھین) جمع برہان (دلالات) جمع دلالت۔ ہدایت۔

اور بعض نسخوں میں ادلات جمع (اَدِلّہ) جمع دلیل ہے۔ براہین سے مراد قرآن کی آیات ہیں۔ جس سے پیشگوئیاں واضح ہوتی ہیں اور دلالات سے مراد وہ احکام ہیں۔ جن کی برکت سے لوگوں کو ہدایت ہوئی۔ یا وہ دلیلیں جو سابق الہامی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی رسالت کی نسبت موجود ہیں اور یہ براہین قاطع اور دلائل ساطع ایسے روشن ہیں۔ کہ اُن سے انکار نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ پیغمبروں کو براہین اور ادلہ سے تائید کرتا ہے۔ تاکہ اُن کے دعوئی نبوت پر دلیل واضح و برہان لائح ہو۔ قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ کوئی شخص اس کے مقابلہ میں ایک سورۃ نہیں لاسکتا۔ اسیواسطے خداوند تعالیٰ نے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ فرمایا ہے۔

اَلْمَنْصُوْرِ بِالرُّعْبِ وَالْمُعْجِزَاتِ

(منصور) صیغہ مفعول نصرت دیا گیا (رعب) خوف۔ حشمت۔ دبدبہ۔ شوکت۔ جس سے دشمن کے دل پر خوف طاری ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ چاروں طرف ایک مہینہ کے راستہ تک دشمن حضور علیہ السلام کی حشمت سے ڈرتے تھے۔ اور نیز مراد اس سے وہ خوف ہے جو دشمنوں کے دل پر جنگ احد میں طاری ہوا۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ۔ ہم کافروں کے دلوں میں تیری شوکت و حشمت کا خوف ڈالینگے (معجزات) جمع معجزہ۔ اعجاز کسی کو عاجز کردینا۔ چونکہ خرق عادات سے منکر عاجز ہوجاتے ہیں۔ اسلئے معجزہ نام ہوا۔ حضور علیہ السلام کے معجزات بہت کثرت سے مشہور ہیں۔ بعض کا ذکر اس درود کبریت احمر میں آیا ہے۔ نصرت رعب

اور معجزات کو لازم ہے۔ اور نصرت دو قسم کی ہے۔ ایک جسمانی جیسا کہ جنگ احد کی فتح دوسری وجدانی جیسا کہ قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے سامنے منکرین کا مغلوب و عاجز ہو جانا۔ **اَلْجَوْهَرُ الشَّرِيْفُ الْاَبَدِيّ**

(جوہر) جوہر کے کئی معنی ہیں۔ اصل چیز۔ ذات۔ مقابلہ عَرَض۔ جوہر معرّب گوہر۔ موتی۔ (شریف) بزرگ۔ پاکیزہ۔ نفیس۔ (اَبَد) جو ہمیشہ رہے۔

وَالنُّوْرُ الْقَدِيْمُ الْمُحَمَّدِيّ بعض نسخوں میں السرمدی بجائے محمدی آیا ہے۔ (قدیم) دیرینہ حضرت ثمر شجر قدم ہیں۔ (محمدی) منسوب بہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام۔ ان دونوں کی نسبت بعض اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ذات باریتعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی ذات میں کیا فرق ہوا۔ جبکہ دونوں قدیم اور ابدی ہوئے۔ یہ اعتراض ان لوگوں کی طرف سے ہے۔ جو عربی زبان و حقیقت سے بےخبر ہیں۔ ہر ایک لفظ کا اطلاق اور استعمال کبھی تو مطلقاً ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی خاص حیثیت سے حیثیت اور اعتبار ہر ایک استعمال کو علیحدہ کر دیتے ہیں۔ یہ کسی صوفی کا دعوےٰ نہیں کہ جو قدامت و ابدیت خدا تعالےٰ کو ہے۔ وہی قدامت و ابدیت حضور علیہ السلام کو ہو بلکہ حیثیت و اعتبار جدا جدا ہیں۔ حضرت صلعم نے فرمایا ہے اول ما خلق اللّٰہ نوری۔ پس خدا خالق ہوا۔ اور حضور علیہ السلام مخلوق۔ شرک کا اس میں شائبہ نہیں ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں۔ کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا تو پہلے نور محمدی ؐ کو پیدا کیا۔ اس کا نام مختلف اصطلاح میں نور و عقل اوّل ہے۔ اور یہ نور یا عقل کیا تھی؟ خدا نے فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ یہ خدا کی رحمت تھی۔ اور رحیم خدا کی صفت ہے۔ اور قدیم ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا زمانہ

فرض نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ازلاً نہ اور ابداً کہ رحمت الٰہی ذات باری سے جدا ہو۔ اور نہ یہ صفت منقسم ہو سکتی ہے۔ اگر تقسیم ہو سکے تو حدوث لازم آتا ہے۔ اور خدا کو کوئی صفت حادث نہیں ہے پس اگر اس نور محمدی کو جوہر شریف ابدی ان معنوں کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔ تو کیا اعتراض ہے۔ اور اگر اس نور کو نور قدیم محمدی کہا جائے تو کس طرح شرک لازم آتا ہے۔ بلکہ النور القدیم کی نسبت محمد علیہ السلام کی طرف کرنے سے شائبہ شرک کا مطلقاً نہیں رہتا۔ کیونکہ اللہ نور السمٰوٰت والارض میں نور مراد ہے جو ذات الٰہی کی صفت ہے۔ پس بہر صورت نور صفت خدا ہے۔ اگر وہ خدا کی ذات کے متعلق ہو تو قدیم ہے۔ اور اگر حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو تو ظلی اور وہبی ہے۔ خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں بہت واضح طور پر نور حقیقی اور نور ظلی کا فرق بیان فرمایا ہے۔ اور اس سے تمام اعتراض رفع ہو جاتے ہیں۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ خدا آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے۔ اور چراغ قندیل میں ہے۔ اور قندیل ایسی شفاف ہے۔ کہ گویا موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے۔ اس میں درخت مبارک کا تیل جلایا جاتا ہے۔ اور وہ درخت زیتون ہے۔ نہ زمین

مشرق کا نہ زمینِ مغرب کا (بلکہ درمیان کا) یعنے ملک شام کا اور وہ تیل ایسا (صاف) ہے کہ جلنے کو تیار ہے۔ خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے روشنی پر روشنی ہے۔ خدا اپنے نور سے جسے چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ یہ تشبیہ حضور علیہ السلام کے حق میں ہے (مشکوٰۃ) طاق آپ کا سینہ ہے۔ (زجاجۃ) قندیل آپ کا دل ہے (مِصبَاح) چراغ۔ نور الٰہی جس سے حضرت کا دل روشن ہے۔ پس اس نور کو اس اعتبار سے کہ وہ خدا کا نور ہے۔ قدیم اور اس وجہ سے کہ وہ حضور علیہ السلام کے دل میں ہے۔ محمدی کہنا جائز ہے۔ پس ایک لفظ کو دو اعتبار سے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ اور کتب تصوّف میں اس کی مبسوط بحث ہے۔ کہ بروقت تخلیق عالم خداوند تعالیٰ کا ملاحظہ ایک نور تھا۔ اور وہ نور قدیم تھا۔ اس نور کے پرتو سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم روشن ہوا۔ گویا حضور کا سینہ و دل بمنزلہ طاق و قندیل ہیں۔ اور اس میں وہی نور قدیم الٰہی پرتو افگن ہے۔ قدیم لفظ سے شبہۂ شرک جو پیدا ہوا وہ لفظ المحمدی۔ سے دور ہوا۔ اور پہلے فقرہ الجوھر الشریف الازلی میں شرک نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نہ جوہر ہے نہ عرض ہے۔ اور ازلی اس لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام خاتم النبوۃ ہیں۔ نبوت کا نور ابتدا سے تھا۔ لہٰذا ان معنوں میں وہ نور ازلی ہے۔ اور یہ ازلیت خدا کی بخشی ہوئی ہے۔ اور خدا کی ازلیت کی ظل ہے۔ اور ممکنات کی روح ہے۔ اور یہ جوہر شریف ذات نفس اصل وجود جہاں ہے۔ اور ہر ایک ذرہ میں پایا جاتا ہے۔

جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا۔ تو جو پہلے پیدا ہوا اُسکا نام تعیّن اوّل ہے۔ اور یہی نور محمدی ہے اور اسی نسبت سے اس کو ازلی ابدی کہا جا سکتا ہے۔ اس تشریح سے امید ہے۔ کہ اب کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہیگی۔

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الْمَحْمُوْدِ فِی الْاِیْجَادِ وَالْوُجُوْدِ

(سَیِّد) سردار (محمد۔ محمود) ستودہ شدہ۔ نام حضور علیہ السلام (ایجاد) پیدا کرنا۔ حضرت کی تعریف کے بعد حضور علیہ السلام کا نام لایا گیا۔ اور اس اسلوب میں جو تشویق و ترغیب پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر ہے (فی الایجاد والوجود) کے الفاظ سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور علیہ السلام ابتداءً محمود تھے۔ کیونکہ آپ صلعم نور خدا سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور نور خدا محمود ہے۔ یا مراد نبوت ہے۔ کنتُ نبیّاً و اٰدمُ بین الماء والطین۔ کی طرف اشارہ۔ ایجاد سے مراد وقت پیدائش ہے۔ وجود سے مراد مطلق ہستی ظاہر ہے کہ وجود ایجاد سے مقدم ہے۔ گویا حضور علیہ السلام دونوں حالت پیدائش دنیا و قبل پیدائش دنیا میں ممدوح و محمود و مشکور ہیں۔ اور یہ معنی زیادہ لطیف ہیں کہ حضرت صلعم جیسے کہ بحالت ایجاد محمود ہیں۔ (کیونکہ باعث تکوین عالم ہیں۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ آپ کی شان میں ہے۔ دنیا کے محسن ہیں اور احسان موجب حمد و شکر ہے) ایسے ہی بحالت وجود بھی محمود ہیں۔ کیونکہ آپ کا وجود شمع ہدایت و آفتاب رسالت ہے۔

اَلْفَاتِحِ لِکُلِّ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ

(فَاتِح) کھولنے والا۔ فاتح الباب۔ دروازہ کا کھولنے والا۔ مُشْہُد

مقدم ۔ فاتحۃ الکتاب شروع کتاب (شاھد) گواہ ۔ ناظر ۔ حاضر ۔ (مشھود)
منظور دیکھا گیا ۔ شاہد سے مراد عارف ۔ اور مشہود تجلیاتِ الٰہی ۔ یا شاہد
سے مقصود پیغمبر ۔ اور مشہود سے احکامِ الٰہی ۔ حضور علیہ السلام علمِ معرفت
کے مُبدی یا اس کے افتتاح کرنیوالے ہیں ۔ یا تمام پیغمبروں اور احکام
کے ابتداء ہیں مصرعہ آخر آمد بود فخر الاولین ۔ جو کچھ عارفوں اور
پیغمبروں کو علمِ معرفت و احکامِ الٰہی حاصل ہوا ۔ وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوا ۔
تصوف میں شاہد صوفی کا ایک مرتبہ ہے جبکہ وہ انوارِ الٰہی کے دیکھنے کا متحمل
ہو جاتا ہے ۔ اس حالت میں جو کچھ وہ دیکھتا ہے ۔ اس کو مشہود کہتے ہیں ۔
یہ مرتبہ جلیلہ ہے ۔ اس مرتبہ کے افتتاح کرنے والے حضور علیہ السلام ہیں ۔ یا
شاہد سے مراد پیغمبر ہیں ۔ اور مشہود سے مراد امت جیسا کہ کلام اللہ شریف
میں آیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
یا شاہد سے مراد فرشتے ہیں ۔ اور مشہود سے آدمی اور یہ دو لفظ مقابلے کے
ہیں جن سے کل و عموم مراد ہوتی ہے یعنی حضور علیہ السلام دنیا و مافیہا
کے ابتداء ہیں ۔ حَضْرَةِ الْمَشَاهِدِ وَالشُّهُوْدِ بعض
نسخوں میں الْمُشَاهَدَةِ آیا ہے (حضرت) صاحبِ بارگاہ (مشاھد)
جمع مشہد (شھود) جمع شاہد ۔ یا مشاہدہ و مشہود دونوں اسم مصدر ہیں
یا مشاہد و مشہد ظرفِ مکان کی جمع ہے ۔ جیسے مسجد کی جمع مساجد یعنی
صاحبِ مکانِ مشاہدہ جہاں فرشتے اور ارواح حاضر ہوتے ہیں ۔ اور مشاہدہ
اور شہود معرفت کی دو منزلیں ہیں ۔ مشاہدہ کی کئی منازل ہیں ۔ جنکو

عارف و انبیاء علیہم السلام طے کرتے ہیں ۔ اور ان منازل کو طے کر کے
اخیر منزل شہود تک پہنچتے ہیں ۔ شہود حضور اور حصول کی منزل ہے
اور یہی فنا فی اللہ کی منزل ہے جس میں شانِ ایزدی عارف کو محیط
ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے ۔ مایزال عبدی یتقرب
الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر
بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا و ان سألنی لاعطینہ
الی آخر الحدیث رواہ البخاری میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب
حاصل کرتا ہے ۔ حتیٰ کہ میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں ۔ تو میں اس
کے کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بنجاتا ہوں ۔
جس سے وہ دیکھتا ہے ۔ اور اس کا ہاتھ بنجاتا ہوں ۔ جس سے وہ پکڑتا
ہے ۔ اور اُس کے پاؤں بنجاتا ہوں ۔ جس سے وہ چلتا ہے ۔ اگر وہ مجھ
سے مانگتا ہے تو میں اُس کو ضرور دیتا ہوں ۔ آخر حدیث تک ۔ اس کو
بخاری نے روایت کیا ہے ۔) اگر حضرت سے مراد درگاہ ہو تو معنیٰ یہ ہوئے
کہ بارگاہ حضور علیہ السلام مشہد ہے ۔ یعنی ایسا مقام ہے ۔ جہاں تجلیاتِ
الٰہی صاف نظر آتے ہیں ۔ اور یہی بارگاہ شہود و حصول ۔ حضور مطلوب
عارفاں ہے ۔ اس صورت میں واو عطف تفسیر کے لئے ہوگی ۔
اور منتہائے معرفت ہے ۔ نُوْرُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدَاهُ
حضور علیہ السلام ہر چیز کا نور اور ہدایت ہیں ۔ حدیث میں آیا ۔ انا من
نور اللہ والخلق کلھم من نوری ۔ پس ثابت ہوا ۔ کہ ہر چیز میں نور نبی

صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ حضور علیہ
السلام تمام عالم کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے وہ ہر بشر
کیلئے جو قبول ہدایت کی استعداد رکھتا ہے۔ ہادی ہیں قرآن شریف کی
تعریف جو اخلاق محمدی کی شرح ہے۔ ھدی للمتقین ہے۔ پس حضور کا
وجود ہدایت ہے جس طرح آفتاب دنیا کے تمام ذرّوں کو روشن کرتا ہے
ایسا ہی حضور علیہ السلام کا نور ہر ایک چیز میں درخشاں ہے جسطرح
قندیل (جو سمندر میں کسی بلند پہاڑ پر روشن کیجاتی ہے) تمام جہاز
والوں کی رہنمائی کرتی ہے۔۔ ایسا ہی حضور علیہ السلام کا وجود مبارک
ہادی انام ہے۔ **وَسِرِّ کُلِّ سِرٍّ وَسَنَاهُ الَّذِیْ شُقِّقَتْ**
مِنْهُ الْاَسْرَارُ وَ انْفَلَقَتِ الْاَنْوَارُ۔ بعض نسخوں میں
وَانْفَلَقَتْ مِنْهُ الْاَنْوَارُ۔ آیا ہے (سِرّ) راز (سنا) روشنی (شق)
پھاڑنا۔ (انفلاق) روشن ہونا۔ ظاہر ہونا۔ سر ایک اصطلاح تصوف ہے۔
مراد امر پوشیدہ کبھی تو روح سے مراد لیجاتی ہے۔ اور کبھی اُس کیفیت
سے مراد ہوتی ہے جو خدا اور عارفانِ خدا کے درمیان میں بطور راز پوشیدہ ہے
اور سر ایک کیفیت ہے جو عارف کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ قصیدہ
غوثیہ میں ہے۔ ع ولو القیت سری فوق میتٍ۔ سرّ سے مراد
اسم اعظم ہے۔ یا وہ قوت و استعداد ہے۔ جو خدا نے حضرتنا و سیّدنا
وحامینا وظہیرنا شیخ سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وقدس اللہ سرہ العزیز کو عطا کی۔ معنی یہ ہوئی کہ حضور علیہ السلام

ہر راز کے راز داں ہیں۔ اور سر الاسرار و خلاصۂ موجودات ہیں یا اسم اعظم
کی طاقت آپ کو بخشی گئی ہے۔ اور تمام اسرار الٰہی کے آپ مطلع ہیں۔ یا سِر
سے مراد الہامی کتابیں ہیں۔ اور حضور ان الہامی کتابوں کی اصول و سر ہیں۔ آپ نے
شریعت محمدی قائم کی۔ ع یتیمیکہ ناکردہ قرآن درست۔ کتبخانہ چند ملت بشست۔
اور اس روشنی کے باعث راز و انوار الٰہی آشکارا کئے گئے ہیں۔ اسرار الٰہی
صفات الٰہی کے ساتھ موجود تھے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ اور یہ
تمام اسرار منکشف ہوگئے جس طرح صبح کے طلوع سے ہر ایک ذرّہ درخشاں
ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرتؐ کے صبح بعثت سے دنیا روشن ہوئی۔
اَلسِّرُّ الْبَاطِنُ (سرّ) راز۔ (باطن) پوشیدہ۔ اے خدا درود
بھیج راز باطن پر۔ راز و باطن دونوں کے معنی سے پوشیدگی کا مفہوم
ظاہر ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کی کوئی حد و نہایت
پائی نہیں جاتی۔ اور آپ کے اخلاق و اوصاف ادراک انسان سے بالاتر ہیں
مصرع۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔
وَکَیْفَ یُدْرِکُ فِی الدُّنْیَا حَقِیْقَتَہٗ   قَوْمٌ نِیَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ
اور کیونکر دریافت کرے آپ کی حقیقت دنیا میں۔ جو قوم کہ سوئی ہوئی ہے اور خواب میں تسلی کر رہی ہے
وَالنُّوْرُ الظَّاهِرُ حضرت کی ذات جامع اوصاف گوناگوں ہے
باعتبار علو رتبہ نبوت سرّ باطن ہے یعنی ایسا راز ہے۔ کہ اس پر کوئی
مطلع نہیں ہوسکتا۔ اور باعتبار ہدایت و تبلیغ قرآن نور ظاہر ہے جسکی
روشنی میں ہر ایک ذرہ ہدایت حاصل کرتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ حضرت کا وجود ہدایت خلق کے لئے خدا کی جانب ایک نور ہے۔ اور اس نور کا منبع ذات باری ہے۔

اَلسَّیِّدِ الْکَامِلِ (سیّد) سردار (کامل) ضد ناقص حضور علیہ السلام سردار ہیں۔ اور بوجہ ختم النبوت کامل ہیں۔ قرآن شریف میں ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ پس باعتبار تکمیل دین کامل ہوئے

اَلْفَاتِحِ الْخَاتِمِ (فاتح) مقدم (خاتم) ختم کرنے والا۔ مہر کرنیوالا چونکہ حضرت باعث تخلیق آدم ہیں۔ اس لئے فاتح ہوئے۔ اور چونکہ ختم المرسلین ہیں۔ اس وجہ سے خاتم ہوئے۔ گویا حضرت ابتدا و انتہائے عالم ہیں۔ اور نیز یہ معنی ہیں کہ چونکہ حضور علیہ السلام مومنین کے دل کھولنے والے ہیں فاتح ہیں اور بایں وجہ کہ کفار کے دل پر مہر لگانیوالے ہیں۔ خاتم ہوئے۔ **اَلْاَوَّلِ اَلْاٰخِرِ** حضور علیہ السلام اول ہیں ایجاد میں اور آخر ہیں بعثت میں۔ حدیث ہے نحن الاخرون السابقون انہم اوتوا الکتب من قبلنا واوتیناہ من بعدہم ع

آخر آمد بود فخر الاولین **اَلْبَاطِنِ الظَّاہِرِ** (باطن) اس لئے کہ حضور علیہ السلام کے شان و مرتبہ ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ اور ظاہر اس لئے ہیں کہ آپ کی تبلیغ ہر گوشۂ دنیا میں آفتاب روشنی کی طرح پہنچ گئی ہے۔ **اَلْعَاقِبِ الْحَاشِرِ** (عقب) پیچھے آنا پیغمبروں کے پیچھے آنے والا جیسا کہ انجیل میں آیا ہے۔ کہ ایک مجھ سے پیچھے آئیگا (الحاشر) حشر اٹھانا۔ حاشر اٹھانیوالا۔ تمام امت کو اٹھا کر قیامت کے دن اپنے قدموں میں یا اپنے پیچھے لائینگے۔ **اَلنَّاہِیِ الْاٰمِرِ**۔

(ناہی عن المنکر) روکنے والا دنیا کو کفر و معصیت سے۔ الآمر بالمعروف ایمان و طاعت کا حکم کرنے والا **اَلنَّاصِحِ النَّاصِرِ** (الناصح) جہان کو صلاح و تقوی کی نصیحت کرنے والا (الناصر) جنگ کفار میں خدا کی امداد سے فتحمند و منصور **اَلصَّابِرِ الشَّاکِرِ** مصیبتوں میں صبر کرنیوالا۔ اور خدا کی نعمتوں اور فضل کا شکر گذار۔ عبد شکور کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔ حضور علیہ السلام ہر ایک حالت میں شکر بجالاتے تھے۔ اور مصائب میں صابر تھے۔ اس لئے آپ کا نام صابر و شاکر ہے قرآن میں ہے اعملوا آل داؤد شکرًا وقلیل من عبادی الشکور

اَلْقَانِتِ الذَّاکِرِ (القانت) دعا کرنے والا۔ خدا کے وظائف و احکام کو ادا کرنے والا اور بجا لانیوالا (الذاکر) خدا کو صبح و شام یاد کرنیوالا **اَلْمَاحِی** شرک و کفر کو نابود کرنے والا **اَلْمَاجِدِ** (مجد) بزرگی اعلی جد صاحب بزرگی و شرافت۔ حضور علیہ السلام نسبًا و حسبًا بزرگ ہیں۔ اور ختم نبوت کی خلعت سے ممتاز ہیں۔ اس لئے مجد آپ کی ثابت ہے۔ **اَلْعَزِیْزِ** غالب خدا کا پیارا۔ یا کفار پر غالب یا ہمت و عزم میں غالب و فائق۔ **اَلْحَامِدِ**۔ خدا کی دن رات تعریف کرنے والا **اَلْمُؤْمِنِ** خدا کی وحدانیت کی تصدیق کرنیوالا **اَلْعَابِدِ** خدا کی پرستش ظاہرًا و باطنًا کرنیوالا **اَلْمُتَوَکِّلِ** کام میں خدا پر تکیہ کرنیوالا۔ **اَلزَّاہِدِ**۔ پرہیزگار۔ دنیا کی خواہشوں سے پاک۔

اَلْقَآئِمُ۔ رات دن نوافل میں کھڑا رہنے والا اَلسَّاجِدُ دن
نوافل میں سجدہ میں پڑا رہنے والا اَلتَّابِعُ احکام الٰہی کا مطیع فرمانبردار
وحی کی تلاوت کی متابعت کرنیوالا۔ قرآن میں آیا۔ اِتَّبِعْ مَا یُوْحٰی
اِلَیْکَ اَلشَّہِیْدُ امت کے اعمال کا نگران۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔
وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا۔ اَلْوَلِیُّ خدا کا مقرب و دوست
مومنوں کا ممد و معین اَلْحَمِیْدُ۔ تعریف کرنیوالا۔ یا تعریف کیا گیا۔
اَلْبُرْھَانُ۔ دلیل روشن۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ
قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے دلیل
آئی ہے۔ اَلْحُجَّۃُ دلیل قاطع۔ اَلْمُطَاعُ۔ اطاعت کیا گیا۔ خدا
کے اوامر و نواہی کے آگے سرنگوں۔ آدمیوں۔ جنوں اور فرشتوں کا مقتدا۔
اَلْمُخْتَارُ۔ برگزیدہ اختیار دیا گیا۔ شفاعت کے لئے یا بعض اسرار
الٰہی کے اظہار کے لئے۔ اَلْخَاضِعُ زبان سے عاجزی کرنے والا۔
اَلْخَاشِعُ دل سے عاجزی کرنے والا۔ آپ کی عاجزی جیسے کہ زبان سے
ظاہر ہوتی ہے۔ ویسی ہی دل سے ہے۔ اَلْبَرُّ۔ نیکوکار۔ متقی۔ شب
زندہ دار۔ اَلْمُسْتَنْصِرُ مستعین۔ خدا سے فتح و نصرت طلب کرنیوالا
یا بمعنی مستعان مدد کیا گیا۔ منصور فتحمند ہے۔ اَلْحَقُّ۔ سچا۔ صادق۔ راست
قرآن شریف میں آیا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ
کہدو۔ لوگو تمہارے پاس خدا کی جانب سے حق آگیا ہے۔ اَلْمُبِیْنُ
حق کو باطل سے جدا کرنے والا۔ ظاہر و روشن۔ طٰهٰ۔ حروف مقطعات سے ہیں

معنے اس کے خدا جانتا ہے۔ بعض نے معنی اس کے طَاھِرٌ عَنِ الذُّنُوْبِ
گناہوں سے پاک۔ اور بعض نے طَالِبُ الْحَقِّ حق کا طلبگار لکھا ہے۔
یٰسٓ۔ حروف مقطعات ہیں۔ بعض نے اسکے معنی یا انسان اور بعض
نے یَا سَیِّدُ یا مُحَمَّدُ۔ لکھے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔
اَلْمُزَّمِّلُ حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضرت پر جب وحی نازل ہوئی تو آپکو
دیکھ کر خوف سے کانپنے لگے اور گھر میں آکر حضرت خدیجہ سے فرمایا۔
زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھ کو کپڑے میں لپیٹ لو۔ خداوند تعالیٰ نے اس حالت
ترقی درجات و انبساط کو یاد دلایا ہے اور محبت سے المزمل نام رکھا ہے۔
اَلْمُزَّمِّلُ کپڑے میں لپٹے ہوئے۔ اَلْمُدَّثِّرُ اس کی وجہ تسمیہ وہی ہے
جو المزمل میں بیان کی گئی ہے۔ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ پیغمبروں کے
سردار۔ کیونکہ شفاعت کا علم حضور کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور تمام پیغمبر آپ کے
پیچھے پیچھے ہونگے۔ اور چونکہ نبوت آپ پر ختم ہوئی ہے اور آپ کی شریعت
بعض احکام شریعت سابق کی ناسخ ہے۔ اس لئے یہ وجہ بھی سیادت کی
ہے۔ وَاِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے پیشوا۔ متقی وہ ہے جو نواہی
سے مجتنب اور اوامر کا متبع ہو خَیْرُ الزَّادِ التَّقْوٰی۔ اچھا توشۂ آخرت تقوی ہے
متقین میں۔ انس۔ ملک اور جن سب شامل ہیں۔ چونکہ اتقا کی حقیقت
حضور علیہ السلام نے نمونہ بنکر ظاہر کی۔ اسلئے امامت کا رتبہ آپ کو ملا ہے
معراج میں تمام پیغمبر اور متقی۔ ملائکہ آپ کے تابع تھے۔ اور آپ سب کے
امام تھے وَخَاتِمُ النَّبِیّٖنَ ختم المرسلین۔ پیغمبروں کے آخر میں

آنے والے سلسلہ پیغمبری کا آپ کی ذات پر ختم کیا گیا۔ **وَحَبِیْبُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ** (حبیب) دوستِ خدا رب العالمین کے ساتھ حبیب کی اضافت میں اس امر کا اظہار ہے۔ کہ خدائے پاک تمام انواع عالم کی پرورش کرنیوالا ہے۔ کوئی چیز سوائے اس کی پرورش کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ پس جو دوست رب العالمین ہو۔ وہ تربیت رب العالمین کا مظہر اتم ہوتا ہے۔ اس کی ہر ایک آرزو مہیا کی جاتی ہے۔

اَلنَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰی (النَّبِیّ) اَلَّذِیْ یُنْبِئُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ نبی جو خداوند تعالیٰ سے پیغام دے (اِصْطِفَاء و اِجْتِبَاء) انتخاب کرنا۔ مختار کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ نبی اور رسول میں فرق ہے۔ رسول جو کتاب اور شریعت رکھتا ہو۔ نبی جو پہلے پیغمبر کی شریعت کو رواج دے۔ اور اہل کتاب نہ ہو۔ **اَلْحَکَمِ الْعَدْلِ** (حَکَم) منصف جس کا فیصلہ صداقت پر مبنی ہو۔ (عَدْل۔ عَادِل) عدل کرنا تقویٰ ہے۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ ایک عورت کی نسبت حضرت نے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ اُمرائے مکہ نے شفاعت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہو تو اسپر بھی یہی شرعی حکم جاری ہوگا۔ یہ ہیں معنی عدل کے۔ **اَلْحَکِیْمِ الْعَلِیْمِ** (حکیم) دانا۔ راست کار۔ حقیقت الاشیاء کا واقف (عَلِیْم) دانائے اسرار الٰہی **اَلرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ** (رَءُوْف) مہربان (رَحِیْم) بخشایندہ **نُوْرُكَ الْقَدِیْمِ** حضور علیہ السلام تیرا (اے خدا) نور قدیم ہے **وَصِرَاطُكَ الْمُسْتَقِیْمِ** اور حضور

علیہ السلام تیرا راہ راست ہیں۔ اور خلق خدا کے لئے ہدایت کا بہترین نمونہ ہیں **مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ**۔ محمد صلعم تیرا بندہ ہے۔ خدا نے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ فرمایا ہے۔ عبد کے لفظ سے خدا کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ **وَرَسُوْلِكَ وَصَفِیِّكَ وَخَلِیْلِكَ وَحَبِیْبِكَ وَوَلِیِّكَ وَنَبِیِّكَ وَاَمِیْنِكَ وَدَلِیْلِكَ وَنَجِیِّكَ وَنُخْبَتِكَ وَذَخِیْرَتِكَ وَخِیَرَتِكَ** (رسول) ایلچی۔ بھیجا گیا۔ چونکہ حضور علیہ السلام خلقت کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے قرآن شریف میں اس لقب سے ملقب ہوئے (صَفِیّ) خالص۔ دوست۔ جس کی دوستی پر اعتماد ہو۔ اور جس کی دوستی ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔ (خَلِیْل) دوستِ مخلص۔ جس کی دوستی دل میں تحریک عشق پیدا کرتی ہے۔ (حبیب) صیغۂ مبالغہ ہے۔ آپ محبت اور محبوبیت کے اعلےٰ درجہ پر فائز ہیں۔ جسپر کوئی اور درجہ نہیں (ولی) دوست۔ قریب۔ حضرت کا قرب قاب قوسین او ادنیٰ سے ظاہر ہے (نَبِیّ) فعیل بمعنی فاعل۔ احکام الٰہی و اسرار غیب کی خبر دینے والا (اَمِیْن) امانت مفوضہ کا محافظ۔ خداوند تعالیٰ نے جو راز خاص حضرت صلعم کو عطا فرمائے ہیں۔ انکو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ اور قرآن شریف کو بلا کسی تصرف و تبدیل کے اصل الفاظ میں خلقت کو پہنچایا۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ کہ خدائے پاک نے اپنی امانت کو مخلوق پر ظاہر کیا۔ سوائے انسان کے کوئی اس امانت

کا متحمل نہ ہوا۔ پس حضور علیہ السلام اشرفِ مخلوقات حقیقی معنی امانت کے متحمل ہوئے۔ اور آپ کا نام امین ہوا۔ (دلیل) راہ دکھلانے والا۔ شریعت محمدی پر چلانے والا (نجی) رازدار۔ مناجات کرنے والا۔ حدیث میں آیا ہے۔ اَنَا نَجِی۔ میں خدا کی مناجات کہتا ہوں (نخبۃ) منتخب و برگزیدہ تمام پیغمبروں سے ختم نبوت و شفاعت کبریٰ کیلئے انتخاب کیا گیا (ذخیرہ) وہ چیز جو زمانہ آیندہ کے لئے بغرض ضرورت جمع کی جائے۔ خدا نے سب سے پہلے نور محمدی پیدا کیا۔ اور آپ کی ذات اقدس میں احکام کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا۔ جو حضرت نے اپنی رسالت کی زمانہ میں مخلوق تک پہنچایا۔ یا ذخیرہ سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ جس کے ماذون حضور قیامت کے دن ہونگے (خِیَرَہ) بکسر خاء معجمہ و فتح یائے تحتانی۔ مختار۔ برگزیدہ اِمَامِ الْخَیْرِ۔ (اِمَام) پیشوا (خَیْر) بھلائی نیکی۔ خیر سے مراد صاحب خیر۔ تمام پیغمبر ہیں آپ تمام پیغمبروں کے پیشوا تھے۔ اور یہی معنی امام المتقین کے ہیں۔ وَ قَائِدِ الْخَیْرِ (قائد) آگے آگے چلنے والا۔ کسی چیز کو کھینچنے والا۔ آپ پیشوائے خیر ہیں۔ اور خلقت کو نیکی کی طرف کھینچنے والے ہیں۔ یا نیکی کو خلقت تک پہنچانے والے ہیں۔ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ پیغمبر باعث رحمت ہیں۔ قرآن میں آیا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اَلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْعَرَبِیِّ (نبی) پیغمبر (اُمّی) جو لکھا پڑھا نہ ہو۔ (عربی) منسوب بعرب۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی عظمت بڑھانی تھی۔ اس لئے آپ کسی انسان کے شاگرد نہ ہوئے۔

خدا کے ملہم ہوئے۔ یا یہ حکمت تھی کہ اگر حضرتؐ کسی سے علم حاصل کرتے تو آپؐ کی ہدایت اس قدر وسیع نہ ہوتی۔ لوگ یہ خیال کرتے کہ یہ علم کی وجہ سے ہے۔ دعوائے رسالت و فصاحت و بلاغتِ قرآن کو آپ کے علم پر محمول کیا جاتا ہے۔ چونکہ تمام عرب جانتے تھے۔ کہ آپ ناخواندہ ہیں۔ اس لئے قرآن کی آیات کو سُنکر معجزہ سمجھتے اور ایمان لاتے وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ اگر حضرت لکھنا جانتے۔ تو کفار کو آپؐ کی نبوت کی نسبت شک پیدا ہوتا۔ اَلنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ) قرآن میں آپ کا لقب ہے عرب کی زمین چونکہ مہبط انوار الٰہی ہے۔ اس لئے اس کی طرف نسبت بھی ایک فخر و عزت ہے۔ اَلْقُرَشِیِّ الْهَاشِمِیِّ الْاَبْطَحِیِّ الْمَكِّیِّ الْمَدَنِیِّ التِّهَامِیِّ (قُرَشِیِّ) منسوب بقبیلۂ قریش قبیلۂ قریش اقوام عرب سے معزز و محترم و اشرف ہے۔ (اَلْهَاشِمِیِّ) منسوب بہ ہاشم۔ ہاشم بن عبد مناف۔ ہاشم قریش کے سردار تھے۔ دلش عرب کے اقوام سے معزز اور قریش میں ہاشم اشرف و معظم تھے۔ (الابطحی) بطحا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جو گذرگاہ سیلاب ہو۔ اور اُس میں سنگریزہ ہوں۔ ایک وادی مشہور ہے۔ بوجہ شہرت اُس وادی کی نسبت کی گئی۔ (مَكِّیِّ) مشہور شہر حضرت کا مولد خیر البلاد دنیا ہے۔ اُسکی طرف نسبت ہے (مدنی) مدینہ مشہور شہر جہاں آپ ہجرت کرکے تشریف لے گئے۔ اور اسی شہر میں حضرت کا روضہ مطہرہ ہے (تہامی) تہامہ ایک شہر ہے۔ جہاں حضرت کی دایہ حلیمہ رہتی تھیں۔ اور حضرت نے

اس کی گود میں پرورش پائی۔ لہٰذا اس مقدس زمین سے نسبت کی گئی۔
اَلشَّاهِدِ۔ گواہ۔ حاضر۔ قرآن شریف میں آیا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ
شَاهِدًا حضرت قیامت کے دن اپنی امت پر گواہ ہونگے۔ یا اس وجہ
سے حضرت کا نام شاہد ہے۔ کہ وہ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہونے والے ہیں۔
اَلْمَشْهُوْدِ۔ گواہی دیا گیا۔ آپ کی رسالت پر۔ انس۔ جن۔ ملایک نے
شہادت دی۔ اَلْوَلِیِّ۔ دوستِ خدا۔ مقرب الی اللہ۔ متولی اُمورِ امت۔
بعض کہتے ہیں کہ ولایت مِنْ وَجْہٍ نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ ولایت میں
مخلوق کو چھوڑ کر خالق اکبر کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور نبوت میں بغرض تبلیغ
احکام مخلوق کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اَلْمُقَرَّبِ۔ قریب ہونے والا۔
یا قریب کیا گیا بارگاہ ایزدی میں۔ اَلْعَبْدِ الْمَسْعُوْدِ۔ بندۂ نیکبخت
سعادتمند۔ جامع سعادات ازلی و ابدی۔ سعادت میں نبوّت و ولایت
دونوں شامل ہیں۔ اور یہ مجموعہ ہے اوصاف و برکات ولایت و نبوّت کا۔
اَلْحَبِیْبِ۔ دوست۔ محب۔ و محبوب دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے
اَلشَّفِیْعِ۔ گنہگارانِ امت کی شفاعت کرنے والا۔ اَلْحَسِیْبِ
الرَّفِیْعِ (اَلْحَسِیْبِ) معزز حسب والا۔ (رَفِیْعِ) بلند۔ رفیع النسب۔
یا رفعت باعتبارِ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہے۔ الحسیب۔ شرف آبائی پس
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ عالی حسب والانسب ہوئے۔ اَلْمَلِیْحِ الْبَدِیْعِ
(ملاحت) نمکینی جسکا رنگ گندم گوں ہو۔ زیادہ سفید نہ ہو۔ اس کو ملیح کہتے
ہیں۔ حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ اَنَا اَمْلَحُ وَاَخِیْ یُوْسُفُ اَصْبَحُ میں

گندم گوں ہوں۔ اور میرا بھائی یوسف گورا تھا (اَلْبَدِیْعِ) یا توصفت ملیح
کی ہے۔ ملیح خوشنما یا اَلْبَدِیْع علیحدہ وصف حضرت ہے۔ نو پیدا شدہ پیدا
کرنے والا۔ خوشنما۔ باعتبار اخلاق حسنہ و رسالت و نبوت و سیادت
اَلْوَاعِظِ الْبَشِیْرِ (وَعْظ) نصیحت کرنا۔ بشارت خوشخبری دینا
حضرت دنیا کے لئے ناصح و واعظ تھے۔ اور مغفرت و رحمت کی
بشارت دینے والے۔ اَلنَّذِیْرِ الْعَطُوْفِ (نذر) ڈرانا (نَذِیْر)
ڈرانے والا امت کو آتش دوزخ و عذاب و کفر و ضلالت سے (العطوف)
بہت مہربان بشیر و نذیر دونوں نام قرآن میں آئے ہیں۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔
عطف باگ کا پھیرنا توجہ کرنا۔ اور چونکہ کسی کی طرف توجہ کرنا نشانِ لطف ہے
اسلئے عطوف کے معنے مہربان شفیق۔ کرم گستر ہوئے اَلْحَلِیْمِ الْجَوَادِ
الْکَرِیْمِ (حَلِیْم) مصائب میں بردبار (الجواد) فقراء و مساکین کو بہت
خیرات دینے والا یا نعمائے الٰہی کو امت پر مبذول کرنے والا (الکریم) سخی
شریف۔ حضرت چونکہ سخی اور حسبًا و نسبًا شریف تھے۔ اس لئے کریم
دونوں معنی کا استفادہ دیتا ہے۔ اَلطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْمَکِیْنِ۔
(طَیِّب) معطر۔ جس کے وجود سے خوشبو آتی ہو۔ حضرت کے جسم مبارک
اور پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ جو شخص حضرت کے ہمراہ ہوتا وہ معطر ہو جاتا
(اَلْمُبَارَکِ) بہت برکت دیا گیا۔ تمام آسمان و زمین کی برکتوں کا حضرت
مظہر تھے (اَلْمَکِیْنِ) صاحب مکان عزت و شرف۔ مراد مقام محمود

یا مقام ادا ادنیٰ اَلصَّادِقِ الْمُصَدَّقِ الْاَمِیْنِ (صدق)
راستی۔ سچائی۔ صادقِ راست گو۔ حضور علیہ السلام تمام عرب میں راستی
و صداقت کی وجہ سے مشہور تھے۔ اور صداقت صفت الٰہی ہے۔ قرآن
میں ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ اور چونکہ حضرتؐ مظہر قرآن تھے اسلئے صادق تھے
مصدوق۔ جس کی صداقت تسلیم کی گئی ہو۔ حضرتؐ کی صداقت پر قرآن
شاہد ہے۔ یا جن و ملائکہ و انسان۔ حضرتؐ کی صداقت پر ایمان لائے۔
اس لئے حضرت کو مصدوق کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ تمام دنیا نے آپؐ کی
رسالت کی تصدیق کی۔ (امین) امانت کا نگہبان۔ قرآن امانت الٰہی ہے اور
حضور علیہ السلام اس کے نگہبان ہیں۔ اور نیز حضور علیہ السلام عرب میں
امین مشہور تھے۔ لوگ آپؐ کی خدمت میں نقد۔ اشیاء گرانمایہ امانت
رکھتے تھے۔ اور کبھی کوئی امانت ضائع نہیں ہوئی تھی۔ اور جس وقت ایسے
کسی نے اپنی امانت طلب کی۔ فوراً دیدی اَلدَّاعِیْ اِلَیْکَ بِاِذْنِکَ
(دعوت) بلانا (اذن) اجازت حضرتؐ خلق خدا کو راہ ہدایت کیطرف
خدا کے حکم سے بلاتے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس مضمون کی تشریح
ہے کہ خلق خدا کو ہمارا پیغام پہنچاؤ۔ اور اُن کو حق کی طرف بلاؤ۔ بِاِذْنِکَ
تیرے حکم سے اس میں اشارہ ہے۔ کہ حضور جو خلق خدا کو بلاتے تھے۔ تو
خدا کی پرستش کے لئے اور خدا کے حکم سے درمیان میں کوئی ذاتی غرض
نہیں تھی۔ بہت ہی دلکش فقرہ ہے۔ اور اسمیں کئی نکات ہیں تیری
ہی طرف بلاتے تھے۔ اور تیری اجازت سے بلاتے ہیں۔ حضرتؐ کا

قول و فعل خدا کی رضامندی سے وابستہ تھا۔ اَلسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ
اَلَّذِیْ اَدْرَکَ الْحَقَائِقَ بِجُمْلَتِھَا (سراج المنیر) چراغ روشن
(ادراک) پانا۔ (حقایق) جمع حقیقت۔ اصل ہر چیز (جملہ) کل و تمام۔
کثیر محاورہ میں ہے۔ فُلَانٌ صَاحِبُ الْفَضَائِلِ الْجُمَّۃِ اس شخص
کے حق میں کہا جاتا ہے۔ جسمیں تمام و کمال فضائل جمع ہوں۔ حضرت
کا نام قرآن شریف میں السراج المنیر آیا ہے۔ جیسا کہ آیت ماسبق
میں ظاہر ہوا۔ چراغ روشن ظلمت و تاریکی کو دور کرتا ہے۔ ایسا ہی حضرتؐ
کے وجود سے ظلمت کفر و ضلالت زائل ہوئی۔ حقایق سے مراد راز الٰہی
ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب کو کل راز سے آگاہ کیا۔ جیسا کہ قرآن
میں ہے کوئی چیز رطب و یابس ایسی نہیں۔ جو قرآن میں نہ ہو۔ پس حضرتؐ
جمیع حقایق کے جامع ہوئے۔ اور آپ سے کوئی حقیقت مخفی نہیں ہے۔
یا حقایق سے مراد موجودات اور اس کے واقعات ہیں۔ حضرت کو خدا تعالیٰ
نے غیب پر مطلع کیا۔ اور قرآن سے ثابت ہے کہ جسکو خدا چاہتا ہے غیب
پر مطلع کرتا ہے۔ پس خدا کا علم قدیم اور ذاتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام
کا علم اکتسابی و حادث ہے۔ جب علم کی نوع مختلف ہے۔ تو شرک کا شائبہ
نہیں ہے۔ وَفَازَ الْخَلَائِقُ بِرُمَّتِھَا (فوز) کامیاب ہونا
کسی منزل تک پہنچنا۔ (خلایق) جمع خلیقہ۔ خلق۔ مخلوق (رمّہ) مثل
جملہ معنی تمام و کل ہے۔ حضرت صلعم تمام مخلوق پر بوجہ نبوت و شفاعت
فائز ہوئے۔ کیونکہ کسی کو ختم نبوت کا مرتبہ اور نہ کسی کو سعادت شفاعت

کبریٰ عطا ہوئی۔ اور فطرتاً ہر ایک چیز آپ کی نبوت کی تصدیق کرتی ہے۔
لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔ جب کل چیز حضرت کی خاطر پیدا ہوئی۔ تو
بیشک آپ غالب ہوئے۔ اور یہی فوز المرام ہے۔ وَجَعَلْتَهٗ
حَبِيْبًا وَّنَاجَيْتَهٗ قَرِيْبًا۔ یہ دلیل ہے پہلے فقروں اَدْرَكَ
الْحَقَائِقَ بِجُمْلَتِهَا وَفَازَ الْخَلَائِقَ بِرُمَّتِهَا کی اے خدا تو نے حضور
علیہ السلام کو حبیب کا رتبہ عطا کیا۔ اور اپنی بارگاہ میں بلا کر آپ سے
گفتگو کی۔ جس طریقہ سے حضور علیہ السلام کو شرف معراج بخشا گیا۔ کسی
نبی کو نہیں عطا ہوا۔ پس حضرت کے مدرک حقایق۔ اور فائز الخلائق
ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ حضرت تمام انبیاء کی فضائل کا مجموعہ ہیں

؎ حسن یوسف ید بیضا دم عیسےٰ داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وَاَدْنَيْتَهٗ رَقِيْبًا (اِدْنَاء) قریب کرنا۔ (رَقِیْب) نگہبان۔ حافظ
اسرار۔ حضرت کو شب معراج میں شرف قرب حاصل ہوا۔ وَخَتَمْتَ
بِهِ الرِّسَالَةَ وَالدَّلَالَةَ وَالْبِشَارَةَ وَالنِّذَارَةَ
وَالنُّبُوَّةَ (ختم) انجام۔ واتمام کار۔ (رسالت) پیغمبری
(دلالۃ) راہ دکھانا۔ ارشاد۔ ہدایت۔ (بشارۃ) خوشخبری دینا۔
(نذارہ) ڈرانا (نبوۃ) احکام الٰہی کی اطلاع دینا۔ رسالت سے
اس جگہ معنی اول مراد ہیں۔ یعنی تبلیغ احکام۔ حضرت کے بعد کوئی پیغمبر
نہیں آئیگا۔ اس لئے رسالت کے فرائض کا ادا کرنا اور مومنوں کو بہشت

کی خوشخبری دینا۔ اور کفار کو آتش دوزخ سے ڈرانا۔ اور احکام الٰہی کی
تبلیغ کرنا ذات اقدس پر ختم کی گئی ہے ؎ آخر آمد بود فخر الاولین۔
یہ امتیاز بہت بڑا امتیاز ہے۔ جس کے باعث حضرت کو نشان ختم
نبوت وعلم شفاعت کبریٰ دیا گیا جو کسی اور پیغمبر کو نہیں دیا گیا۔ اور نیز قرآن
ناسخ کتب الہامیہ سابقہ ہے ؎

یتیمیکہ ناکردہ قرآں درست کتبخانہ چند ملت بشست

(ترجمہ) اے خدا تو نے حضور علیہ السلام پر ختم کیا درجہ رسالت اور راہ راست
کی رہنمائی اور مومنوں کو جنت کی بشارت دینا اور کافروں کو ڈرانا دوزخ سے
اور ختم کیا۔ اسی پر پیغمبری۔ اب معجزات کا ذکر ہے۔
وَنَصَرْتَهٗ بِالرُّعْبِ (نصرت) فتح۔ (رعب) خوف۔ وہ اثر
جو دل پر بوجہ خوف عاید ہوتا ہے۔ اے خدا تو نے حضور علیہ السلام کو ایک
عظیم الشان فتح دی کہ دشمن چاروں طرف ایک مہینے کی مسافت کی
دوری تک آپ کے خوف سے کانپتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے
سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ہم کافروں کے دلوں میں تیری
حشمت وشوکت وصداقت کا خوف ڈال دینگے۔ حدیث صحیح میں ہے
کہ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ کو تین چیزیں خاص طور پر عطا کی گئی ہیں۔
اول یہ کہ ایک مہینے کے رستہ تک دشمن مجھ سے بوجہ خوف کانپتے
ہیں۔ دوم تمام روئے زمین میرے لئے مسجد ہے۔ سوم مال غنیمت
میرے حلال ہے۔ یا رعب سے مراد وہ خوف ہے۔ جو جنگ احد میں

دشمنوں پر طاری ہوا۔ وَظَلَّلْتَهُ بِالسُّحُبِ (تظلیل) سایہ کرنا۔
ظل سایہ (سحب) جمع سحاب۔ بادل اور تو نے بادلوں سے آپ پر
سایہ کیا حضرت کا یہ معجزہ ثابت ہے کہ جہاں تشریف لیجاتے۔ آپکے
سر مبارک پر بادل سایہ گستر ہوتا۔ گویا خدا کی رحمت کا چتر ہر وقت آپ کے
سر پر ہوتا۔ اس سے حضرت کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جس طرح بادشاہ
پر چتر شاہی جھولتا ہے۔ ایسا ہی خاتم النبیین پر چتر رحمت الٰہی جھولتا تھا
یا سایہ کی وجہ تھی کہ حضور علیہ السلام کے جسم مبارک پر گرمی کا اثر نہ ہو۔ جو عرب
میں زیادہ ہوتی ہے۔ یا حضرت کا وجود باجود ظل الٰہی ہے۔ اور ظل الٰہی
کی یہ عظمت ہونی چاہیئے کہ وہ زمین پر نہ پڑے۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ حضرت
کا سایہ مفقود تھا۔ وَرَدَدْتَ لَهُ الشَّمْسَ (رد) لوٹانا (شمس)
آفتاب۔ اور آپ کی خاطر تو نے سورج کو جو ڈوب گیا تھا۔ پھر واپس لوٹایا تاکہ
نماز عصر ادا کریں جنگ خندق میں بوجہ مصروفیت نماز عصر قضا ہوگئی تھی۔
آپ کو اسپر افسوس ہوا خدا تعالیٰ نے آفتاب کو پھر واپس کیا۔ اور آپنے
نماز ادا کی۔ بعض روایت میں ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر قضا
ہوگئی تھی۔ اور حضور علیہ السلام کی دعا سے آفتاب واپس آیا۔ اور آپنے
نماز ادا کی وَشَقَقْتَ لَهُ الْقَمَرَ (شق) پھاڑنا۔ ٹکڑے ٹکڑے
کرنا۔ (قمر) چاند۔ اے خدا تو نے حضور علیہ السلام کی نشان رسالت
کے لئے چاند کے دو ٹکڑے کئے۔ اہل مکہ نے کہا کہ جب تک آپ ہم کو
کوئی معجزہ نہ دکھائیں۔ ہم آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائینگے حضرتؑ

نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور کئی ایک دور و دراز ملکوں میں چاند
کے دو ٹکڑے دیکھے گئے۔ جیسا کہ اس وقت کی تواریخ سے ظاہر ہے
وَاَنْطَقْتَ لَهُ الضَّبَّ وَالظَّبْيَ وَالذِّئْبَ وَ
الْجِذْعَ وَالذِّرَاعَ وَالْجَمَلَ وَالْجَبَلَ وَالْمَدَرَ
وَالشَّجَرَ (انطق) بولنا۔ ادراک کلیات وجزئیات۔ انطاق
قوت گویائی دینا۔ (ضبّ) سوسمار مشہور جانور (ظبی) ہرن (ذئب)
بھیڑیا۔ (جذع) کھجور کی شاخ (ذراع) بازوے گوسفند (جمل) اونٹ
(جبل) پہاڑ۔ (مدر) کلوخ یا پتھر (شجر) درخت۔ یہ تمام ایسی
چیزیں ہیں جن میں عادۃً انسان کی طرح گویائی نہیں ہے۔ اور یہ حضرت
کے معجزے ہیں۔ کہ انہیں سے ہر ایک نے حضرت کی خدمت میں اسطرح
عرض حال کیا جس طرح انسان کرتا ہے۔ اور یہ تمام معجزے بعض صحیح
حدیثوں اور بعض صحیح روایات میں مذکور و مشہور ہیں۔ اور متواتر روایات سے
ثابت ہیں جسمیں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک اعرابی
نے ایک سوسمار پکڑ کر آپ کے آگے ڈال دی۔ اور کہا کہ میں تب آپکی
رسالت پر ایمان لاؤنگا۔ اگر یہ سوسمار آپ کی رسالت کی تصدیق کرے۔
سوسمار نے پڑھا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و
رسولہ۔ اور یہ معجزہ مجمع عام میں ظاہر ہوا اور سب نے سوسمار کی شہادت
کو سنا۔ ایک ہرنی کسی شکاری نے باندھ رکھی تھی۔ اس نے حضرت سے
شکایت کی کہ جہاں سے شکاری نے مجھے پکڑا۔ وہاں اس کے دو بچے ہیں

اگر یہ شکاری تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے تو میں بچوں کو دودھ پلا کر پھر واپس آجاؤنگی۔ چنانچہ حضرت کے کہنے پر شکاری نے رخصت دی۔ اور وہ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ ایک بھیڑیا ہرن کے پیچھے لگا۔ اور ہرن حرم میں بھاگ کر آگیا۔ مگر بھیڑیا حرم کے باہر کھڑا رہا۔ کیونکہ حرم میں شکار کرنا منع ہے۔ لوگوں نے دیکھکر تعجب کیا کہ حرم کی عظمت جانوروں تک مسلم ہے۔ کہ بھیڑیا حرم کے اندر شکار کو ناجائز سمجھتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ آپ اس امر پر کیوں تعجب کرتے ہو۔ اس سے ایک اور زیادہ تر تعجب خیز معاملہ ہے کہ قریش سے ایک نوجوان۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعوٰی کرتا ہے۔ اور آپ کو احکام آلٰہی اور قیامت کے حالات کی خبر دیتا ہے۔ اور وہ سچا ہے۔ اگر آپ لوگوں نے میرے معاملہ کو بچشم خود دیکھا ہے۔ اور یقین کیا ہے۔ کہ حرم کی عظمت حیوانوں تک مسلّم ہے۔ تو کیوں آپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔ ابتدائے اسلام میں کھجور کا ایک ستون مسجد میں تھا۔ آپ بوقت وعظ و خطبہ اس پر تکیہ لگاتے تھے۔ جب منبر تیار ہوا تو آپ اس پر خطبہ فرمانے لگے وہ ستون گریہ میں آیا۔ کہ حضرت کی پشت مبارک کی نعمت سے محروم ہو گیا تھا۔ حضرت نے اسکو گلے لگایا۔ اور دعا کی کہ وہ جنت الماوی کا ثمردار درخت ہو گا۔ اس ستون کا نام حنانہ ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

حنانہ آمد در حنیں از فرقت آن نازنیں
وقتیکہ شد منبر گزیں بر سامعیں گوہر فشاں

ایک یہودی نے بکری کا گوشت بھونا۔ اور زہر ملا کر آپ کے پاس لایا حضور نے ارادہ کھانے کا کیا۔ اس گوشت نے آواز دی۔ کہ آپ مجھے تناول نہ فرماویں میں زہر آلودہ ہوں حضرت م نے ہاتھ اٹھا لیا۔ ایک اونٹ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں فریاد کی کہ اُس کا مالک اُس پر زیادہ بوجھ ڈالتا ہے اور کھانے کو گھاس بھوس کافی نہیں دیتا۔ حضرت م نے اونٹ کی زیادرسی فرمائی۔ اور بھی یہ روایت ہے۔ کہ ایک اونٹ کے دو مدعی تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں۔ اونٹ نے اپنے مالک کے حق میں شہادت دی۔ کہ میرا مالک فلاں شخص ہے۔ مدّعی کا دعوٰے باطل ہے پہاڑوں اور پتھروں اور درختوں نے حضرت م کی بعثت کے وقت

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

کا غلغلہ شہادت بلند کیا تھا۔ غار حرا میں جب آپ تشریف لے جاتے۔ اس کا ہر پتھر اور ہر درخت السلام علیکم کہتا۔

(ترجمہ) اے خدا تو نے گویا کر دیا حضور علیہ السّلام کے لئے سوسمار، ہرن بھیڑیا۔ کھجور کی شاخ۔ گوسفند۔ اونٹ۔ پہاڑ۔ پتھر اور درخت کو

وَاَنْبَعَتْ مِنْ اَصَابِعِهِ الْمَاءَ الزُّلَالَ (انباع) چشمہ پانی کا نکالنا۔ (اَصَابِع) جمع اصبع انگلی (ماءِ زلال) پانی صاف و شیریں

اے خدا تو نے نکالا حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے صاف اور جاری پانی کو۔ مقام مدینہ میں حضرت وضو فرما رہے تھے۔ لوگ ہجوم کر کے آئے کہ ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے۔ اور نہ پینے کے لئے ہم پیاسے

مر رہے ہیں۔ آپ نے اُس برتن میں جس سے وضو فرما رہے تھے۔ ہاتھ ڈالا۔ انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی صاف وشفاف نکلتا تھا۔ جو پندرہ سو آدمیوں نے سیر ہو کر پیا۔ راوی کہتا ہے۔ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے۔ تو وہ پانی ہمارے لئے کافی تھا۔

وَاَنْزَلْتَ مِنَ الْمُزْنِ بِدَعْوَتِهٖ فِیْ عَامِ الْمَحْلِ وَ الْجَدْبِ وَابِلَ الْغَیْثِ وَالْمَطَرِ فَاعْشَوْشَبَ مِنْهُ الْقَفْرُ وَالصَّخْرُ وَالْوَعْرُ وَالسَّهْلُ وَالرَّمْلُ وَالْحَجَرُ۔

(انزال) اتارنا۔ برسانا (مُزن) جمع مزنہ بادل سفید (دعوت) دعا۔ (عام المحل) سال خشک۔ (جدب) قحط سالی (وَابِلِ الْغَیْثِ وَالْمَطَرِ) غیث۔ مطر۔ دونوں کے معنی بارش ہیں۔ وابل۔ برسنے والا ۔ وابل کی اضافت غیث ومطر کی طرف بیانیہ ہے۔ مراد موسلا دھار۔ بارش جس سے زمین سرسبز اور قحط دور ہو (اعشوشب) صیغہ ماضی۔ عشب مجرد۔ عشب گھاس۔ مراد سرسبزی۔ محاورہ عرب میں آیا ہے۔ اعْشَوْشَبَ الْاَرْض۔ جب زمین سرسبز ہو۔ اور اسمیں گھاس پات بکثرت پیدا ہو (قَفر) وہ زمین جس میں پانی وگھاس نہ ہو۔ یہ فاعل ہے اعشوشب کا۔ (الصخر) جمع صخرہ۔ پتھر (الوعر) سخت زمین۔ (السَّهل) نرم زمین (الرَّمل) ریگستان (وَالْحَجَرُ) پتھریلی زمین۔ بارش کے معجزے حضرت علیہ السلام سے بکثرت مروی ہیں۔ کئی دفعہ آپ نماز استسقا پڑھا رہے تھے۔ کہ عین نماز کے اندر یا خطبہ کے دوران میں اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ

گھروں میں بمشکل پہنچے۔ ایک بار ایک اعرابی نے آکر کہا کہ هلك المال وضاع العيال فادع لنا۔ بوجہ نہ ہونے بارش کے مال برباد ہو گیا بال بچے ضایع ہوئے۔ ہمارے لئے دعا فرماویں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اور آپ کی دعا سے بارش کا سلسلہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جاری رہا۔ پھر وہی اعرابی آیا۔ اور عرض کی کہ هدم البناء وهلكت الاموال وانقطعت السبيل۔ کثرت بارش سے گھر گر پڑے ہیں۔ اور مال تباہ ہو گئے ہیں۔ اور رستے بند ہیں۔ حضرت نے پھر دعا بایں الفاظ فرمائی حوالينا ولا علينا۔ الٰہی بارش ہمارے اردگرد (پہاڑوں اور وادیوں پر ہو) اور ہم پر نہ ہو۔ آپ کی دعا سے بارش بند ہو گئی۔ جس طرح کہ پنجاب میں اقسام زمین۔ بنبرا۔ پکا دٹ۔ شور وغیرہ ہیں۔ اسی طرح قفر۔ صخر۔ وعر۔ سہل۔ حجر۔ اقسام زمین ہیں۔ اور یہ بھی مراد ہے۔ کہ اس قدر بارش ہوئی کہ کوئی قطعہ زمین کا خالی نہ رہا۔ حتّٰی کہ گھاس پتھروں پر بھی پھیل گئی۔ اور پتھریلی اور ریتلی زمین میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ بارش بہت ہوئی تھی۔ پتھروں اور ریت کے نیچے جو مٹی کی تہ ہوتی ہے۔ اس تک پانی پہنچ گیا اور گھاس نباتات ریت پر پھیل گئے۔ سخت زمین جس میں گھاس نہیں پیدا ہوتی۔ وہ اس قدر نرم ہو گئی کہ اس میں بھی گھاس پیدا ہونے لگی۔ میرا تجربہ ہے کہ گھاس کی تخم کئی ہزار سال تک ضائع نہیں ہوتی

(ترجمہ) اے خدائے پاک تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی دعا سے قحط اور

خشک سالی میں سفید بادل (جس کا پانی میٹھا ہوتا ہے) سے موسلا دھار بارش برسائی پس اس بارش سے چولستان۔ کوہستان۔ سخت اور نرم زمین ریگستان اور سنگلاخ زمین سر سبز و شاداب ہوگئی۔ وَاَسْرَیْتَ بِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلَی السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی اِلٰی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (اِسْرَاء) رات کو سیر کرانا۔ (مسجدِ حرام) خانہ کعبہ۔ چونکہ اس مسجد کی حرمت و عزت ہے۔ کہ یہاں شکار کرنا منع ہے اور اس کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو مسجد حرام (مسجد معظم) کہا گیا۔ مسجد اقصے۔ بیت المقدس جو شام میں ہے۔ اقصے ابعد چونکہ یہ مسجد مکہ سے دور فاصلہ پر (تقریباً چالیس منزل) ہے۔ اس لئے اس کا نام مسجد اقصےٰ ہوا۔ انبیاء کی قدیم مسجد یہی ہے۔ (السمٰوٰت العلی) سمٰوات جمع سماء۔ العلےٰ جمع علیا۔ آسمانہای بلند ترین (سدرۃ المنتہی) سدرہ ایک درخت عرش کے نیچے ہے۔ اور چونکہ علم الاولین والآخرین وہاں تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہی رکھا گیا (قَاب) مقدار (قوسین) تثنیہ (اَوْ) بمعنی یا (اَدنیٰ) دنو۔ قرب۔ اَدْنیٰ اقرب نزدیکتر خدا تعالیٰ! تو نے حضور علیہ السلام کو رات کے وقت مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے بیت المقدس تک رات کو سیر کرائی۔ اور پھر آسمانوں کو طے فرماتے ہوئے سدرۃ المنتہے سے اوپر منزل قاب قوسین تک پہنچ گئے بلکہ ایسے مقام پر پہنچے جو بارگاہ الٰہی سے قاب قوسین سے بھی زیادہ تر قریب تھا۔

معجزات کے بعد معراج کا ذکر کیا۔ جو ایک ممتاز شان آپ کا ہے چونکہ معراج کے حالات کثرت سے کتابوں میں بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں اس لئے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ قاب قوسین کی تشریح ضروری ہے۔ علم تصوف میں وجود کی مثال ایک دائرہ کی ہے اس کو ایک قطر سے دو حصہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک کا نام قوس قدیم اور دوسرے کا نام قوس حادث ہے۔ اور یہ دونوں بالکل متصل ہیں ایک خط جس کا عرض نہیں ہے۔ ان کو جدا کرتا ہے بایں طریق۔



دیکھو یہ دونوں قوس اس قدر قریب تر ہیں۔ کہ درمیان میں باریک سے باریک ایک خط ہے جسکو عرضاً تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس سے زیادہ اور کیا قرب ہو سکتا ہے۔ اور لفظ او اَدْنیٰ سے اس سے بھی زیادہ قرب مراد ہے۔ لیکن چونکہ وہ قرب ہماری عقل میں نہیں آسکتا تھا۔ اس لئے پہلے قاب قوسین سے تشبیہ دی اور پھر او ادنیٰ فرمایا۔ وَاَرَیْتَہُ الْاٰیَۃَ الْکُبْرٰی (آیۃ) نشان (کبرٰی) عظیم تر۔ اور اے خدا تو نے حضور علیہ السلام کو بزرگترین نشان دکھلایا۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی۔ یعنی وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو خانہ کعبہ سے مسجد اقصےٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے

برکتیں رکھی ہیں۔ لے گیا۔ تاکہ ہم اُسے اپنی قدرت کے بڑے بڑے نشان دکھلائیں۔ وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔ آپ نے خدا کے بڑے بڑے نشانات۔ بمقامات مقدسہ۔ مسجدِ اقصٰے۔ سمٰوٰت العلٰے۔ سدرۃ المنتہٰے۔ عرش۔ وغیرہ دیکھے۔ یا مراد وہ گفتگو ہے۔ جو خدا اور حضور علیہ السلام کے فیمابین ہوئی۔ میرا ایک شعر ہے ؎

السلام اے آنکہ کردی گفتگوئی با خدا گفتگوئے کو بود بالاتر از گفت و شنید

یا مراد ارواح و ملائکہ ہیں۔ چونکہ یہ بھی خدا کے نشانات عظیم ہیں۔ وَ اَنَلْتَهُ الْغَایَةَ الْقُصْوٰی (نَیل) پانا۔ انالہ دینا انلہ اوصلتہ یعنی پہنچایا اس کو (غایۃ) حد (قصوٰی) مؤنثِ اقصٰی۔ یعنے وہ جس کے کوئی حد نہیں ہے۔ یا وہ بعید ترین حد مراد ہے جو انسان کے فہم و ادراک سے باہر ہے۔ یعنی رویت الٰہی۔ خدا تعالٰی نے اپنے حبیب کو خاص طور پر براق بھیجکر بتوسط جبریل علیہ السلام اپنی بارگاہ میں طلب فرمایا۔ اور کئی راز ابدی و ازلی ودیعت فرمائے۔ یہی غایت قصوٰی ہے وَ اَکْرَمْتَهُ بِالْمُخَاطَبَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَالْمُشَافَهَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ وَالْمُعَایَنَةِ بِالْبَصَرِ۔ (اکرام) عزت دینا۔ (مخاطبہ) باہم کلام کرنا (مراقبہ) دل کا خدا کی طرف متوجہ کرنا ظہور اسرار الٰہی کے وقت دل کو خیالات ماسوی اللہ سے خالی رکھنا۔ اسرار الٰہی کی حفاظت کرنا۔ (مشافہہ) ایک دوسرے کے روبرو ہونا۔ متوجہ ہونا (مشاہدہ) ایک دوسرے کو دیکھنا بچشم ظاہر یا بدیدہ دل (معاینہ بالبصر) ظاہری آنکھ

سلہ سیپارہ ۲۷ - سورۂ نجم

سے دیکھنا۔ اس کی تشریح ضروری ہے۔ تاکہ یہ مسئلہ ہر ایک کی سمجھ میں آجائے حضور علیہ السلام کو ابتدائے نزول وحی میں مختلف آوازیں سنائی دیتی تھیں بعض بمثل آواز جرس تھی اور ساتھ ہی اس کے رویائے صادقہ کا ابتدا ہوا یہ منزل مخاطبہ ہے۔ آپ غار حرا میں خلوت گزیں ہو کر ذات واجب الوجود کا تصور کرتے تھے۔ یہ مراقبہ تھا۔ جب یہ تصور مکمل ہو گیا۔ تو آپ کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ عبادت الٰہی کے وقت خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ منزل مشافہہ تھی۔ اس کے بعد آپ کے پاک دل پر انوار الٰہی اس طرح پر تو افگن ہوئے۔ جس طرح کہ شیشہ میں روشنی جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ منزل مشاہدہ تھی۔ بعد ازاں معراج میں مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا رتبہ عطا ہوا یہ منزل معاینہ بالبصر تھی۔ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تھا۔ ان منازل کا استخراج آیات ذیل سے ہوتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ خواہش نفسانی کی باتیں نہیں کہتے۔ بلکہ یہ باتیں وہ ہیں۔ جو خدا نے آپ پر بذریعہ وحی نازل کی ہیں یہ مخاطبہ ہے۔ کہ خدا نے حضور علیہ السلام پر قرآن نازل کیا۔ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی پھر قریب ہوئے اور قرب میں زیادہ بڑھے۔ یعنی بارگاہ الٰہی کے نزدیک پہنچ گئے۔ اور امیدوار حاضری دربار ہوئے۔ یہ انتظار مراقبہ ہے۔ چنانچہ روایت ہے۔ کہ شب معراج میں جب آپ بارگاہ الٰہی کے قریب پہنچے۔ تو یہ ارشاد ہوا قِفْ یا محمد۔ اِنَّ رَبَّكَ یُصَلِّی علیك۔ اے محمد ذرا تشریف رکھئے۔ آپ کا خدا آپ پر درود بھیج رہا ہے۔ یہ توقف و ترقب شرف دربار مراقبہ تھا فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ تو آپ دو کمان کے فاصلہ پر یا اس سے

بھی قریب آ گئے۔ یعنی دربار الٰہی میں حاضر ہو گئے۔ اور حضرت علیہ السلام نے معلوم کیا۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ منزل مشافہہ ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ آپ کی آنکھ نہ تو دائیں بائیں مائل ہوئی۔ اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ خدا کے دیکھنے کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوئے یہ منزل مشاہدہ ہے

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ آپ نے اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے نشان دیکھے۔ اس میں لفظ رویت سے مراد دیدن بچشم ہے۔ اور یہی منزل معائنہ بالبصر ہے۔

میں محسوسات کی مثالوں سے بھی اس کی تشریح کرتا ہوں۔ تاکہ ان منازل کی زیادہ توضیح ہو۔ بعض وقت آپ سنتے ہیں۔ کہ آپ کو کوئی آواز دے رہا ہے۔ مگر آپ نہیں جانتے۔ کہ کون ہے اور کہاں ہے۔ اور کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ مخاطبہ ہے۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی طرف آ رہا ہو۔ آپ اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ یہ مراقبہ ہے۔ پھر آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کے سامنے آ جاتا ہے۔ مگر آپ اس کے خط و خال نہیں دیکھ سکتے یہ مشافہہ ہے۔ جب وہ آپ کے کچھ قریب آ جاتا ہے۔ تو آپ اس کے خط و خال تو دیکھ سکتے ہیں مگر یہ تشخیص نہیں ہوتی۔ کہ زید ہے یا عمر یہ منزل مشاہدہ ہے جب وہ آپ کے قریب تر یا پاس بیٹھ جاتا ہے۔ تو آپ اس کو شناخت کرتے ہیں کہ یہ زید ہے یہ منزل معائنہ بالبصر ہے۔ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔

ایک اور مثال پر غور کرو۔ کسی جلسہ میں دو دوست موجود ہیں۔ مگر ایک کو دوسرے کی موجودگی کا علم نہیں ہے۔ یہاں مشافہہ (روبرو ہونا) پایا جاتا ہے۔ مگر مشاہدہ

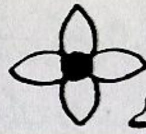
نہیں یا کسی مقدمہ میں یا ایک حاکم کے سامنے ایک عورت بیان دے رہی ہے۔ مگر حاکم بوجہ عفت اُس نامحرمہ کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس صورت میں مشافہہ ہے مگر مشاہدہ نہیں۔

بعض وقت کسی شخص کو بازار میں چلتے چلتے سرسری نظر سے دیکھا جاتا ہے یا اتفاقاً کسی پر نگاہ پڑتی ہے تو اس کو اصطلاحاً مشاہدہ کہا جائیگا۔ معائنہ بالبصر کا اطلاق نہ ہوگا۔

ایک اور مثال کو ملاحظہ کرو۔ آپ نے کئی دفعہ کسی شخص کو دیکھکر یہ کہا ہے کہ میں نے کبھی آپ کو کہیں دیکھا ہے۔ یہ مشاہدہ جو معائنہ بالبصر سے کم درجہ کا ہوتا ہے۔ مگر کبھی آپ اپنے فرزند یا بھائی۔ یا ایسے دوست کو جو کچھ عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہا ہو یہ نہیں کہتے۔ کہ میں نے کبھی آپ کو دیکھا ہے کیونکہ یہ معائنہ بالبصر ہے۔ مشاہدہ گویا سرسری ملاقات ہے۔ اور معائنہ بالبصر دیرینہ تعارف۔ اسی وجہ سے معائنہ کے ساتھ بالبصر کی قید لگائی گئی ہے کہ دیرینہ تعارف میں ایک دوسرے کی شناخت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی بخلاف سرسری ملاقات کے جو شخص علم معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسکو اوّل منزل اتباع شریعت طے کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے۔ کہ مرشد اس سے خطاب کرے۔

اولین مرشد اس کو تصور کا طریق تلقین کرتا ہے۔ یہ تلقین مخاطبہ ہے مرشد یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف جس کی شکل غنچہ گلاب کی سی ہے۔ خلوت میں بیٹھکر گردن جھکائے ہوتے دیکھے۔ اور پھر تصور کی چھری

سے چار قاسیں کرے جس کی شکل یہ ہے ۔



یہ مراقبہ ہے اس کے بعد یہ تصور کرکے کہ اس کے
ٹکڑے خدا کے حضور میں پیش کئے گئے ہیں ۔ یہ مشافہہ ہے ۔ جب یہ
خیال پختہ ہو جائے ۔ تو پھر یہ فرض کرے ۔ کہ ہر ایک قاش پر سنہری حرفوں
میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہے ۔ یہ مشاہدہ ہے ۔

اس کے بعد نقش اللہ تصور یہاں تک ترقی کرتا ہے ۔ کہ مرید کو یہ معلوم ہوتا
کہ ذات واجب الوجود اُس کے دل میں اس طرح موجود ہے کہ وہ اس کو بچشم
ظاہر دیکھ رہا ہے ۔

تصور ذات الٰہی و تصور ذات محمدی و تصور شیخ ۔ اسی طریق سے حاصل
ہوتا ہے ۔ میں نے تفسیر آیات و مثالوں سے یہ مسئلہ ایسا واضح کر دیا ہے ۔ کہ
اب کسی کو اس مسئلہ کے سمجھنے میں مشکل نہیں ہے ۔ ھٰذَا مَا اَلْھَمَنِیْ رَبِّیْ ۔

وَخَصَّصْتَهٗ بِالْوَسِيْلَةِ الْعُذْرٰى وَالشَّفَاعَةِ
الْكُبْرٰى يَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ فِي الْمَحْشَرِ (تخصیص) خاص
کرنا جس میں اور شریک نہ ہو (وَسِیلہ) ذریعہ ۔ بہشت کا ایک درجہ ہے
جو حضور علیہ السلام کے لئے مختص ہے ۔ (عُذرٰی) مؤنث اعذر ۔ معذرت
کرنیوالا ہے ۔ (وَسِیلہ عذرٰی) وہ وسیلہ (دُعا) جس میں نہایت درجہ کی
معذرت بالحاح و زاری ہو ۔ اور وسیلہ کے معنی اگر ذریعہ لئے جائیں ۔ تو
حضرت کا وجود ذریعہ ہے ۔ نجات اُمّت کا ۔ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر
ایمان ہوگا ۔ وہ بھی بہشت میں جائیگا ۔ یہاں نسخے مختلف ہیں ۔ بعض

نسخوں میں فَالْوَسِيْلَةِ الْعُظْمٰى ۔ اس کے موافق درجہ اعلیٰ بہشت مراد
ہوگا ۔ جو حضور کے لئے مخصوص ہے ۔ اور بعض نسخوں میں عذرٰے ہے ۔
اس صورت میں وسیلہ سے مراد شفاعت لی جائیگی ۔ جس میں حضور علیہ السلام
کی طرف سے درگاہ باریتعالیٰ میں تضرع و زاری و الحاح معذرت کی جائیگی ۔
شفاعت الکبریٰ سے بڑی شفاعت حضور علیہ السلام دنیا میں اُمّت کے
ہر ایک فرد کے لئے ہر وقت تکالیف و مصائب میں شفیع ہیں ۔ یہ
شفاعت صغریٰ ہے ۔ ۔ ۵

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ   سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

مگر قیامت کے دن تمام امت کی مغفرت کے لئے شفاعت کریں گے ۔
جس سے لوگوں کے گناہ بخشے جائینگے ۔ اور ہر ایک بہشت میں داخل ہوگا
الا ماشاء اللہ ۔ پس شفاعت کبریٰ شفاعت روز محشر ہے (يَوْمَ الْفَزَعِ
الْاَكْبَرِ فِي الْمَحْشَرِ) (فَزَع) خوف و ہول قیامت (محشر) حشر گاہ ۔
جہاں مخلوق قبروں سے اُٹھا کر جمع کی جائیگی ۔ قیامت کے دن آفتاب
بہت قریب آجائیگا ۔ لوگ قیامت کی گرمی سے چلا اٹھینگے ۔ کوئی پیغمبر
شفاعت کے لئے جرأت نہ کریگا ۔ مگر یہ عزت شفاعت حضور علیہ السلام
کو حاصل ہوگی ۔ ۔ ۵

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ   لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

وَجَمَعْتَ لَهٗ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرَ الْحِكَمِ
(جَمع) اکٹھا کرنا ۔ (جوامع) جمع (کَلِم) جمع کلمہ (جواہر) جمع جوہر ۔

(حِکَمْ) جمع حکمت۔ حدیث میں آیا ہے۔ اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ۔ مراد اس سے قرآن شریف ہے۔ جو تمام امور کو حاوی ہے۔ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ اور بعض کے نزدیک چند احکام ہیں۔ جو تمام اصول شرع کو حاوی ہیں۔ جو خدا نے حضور علیہ السلام کو بذریعۂ الہام عطا فرمائے۔ لفظ تو تھوڑے ہیں۔ مگر اس کے معانی اس قدر وسیع ہیں۔ کہ اسکی تشریح نہیں ہو سکتی۔ چند کلمات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ ہر ایک عمل کا نتیجہ نیت پر موقوف ہے جیسی نیت۔ ایسی مراد۔

(۲) اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ۔ دین ایک نصیحت ہے۔ دین ہدایت ہے جس سے انسان دین و دنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔

(۳) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ مسلمان وہ ہے۔ جسکی زبان یا ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

(۴) اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ مہاجر الی اللہ وہ شخص ہے جو منہیات سے کنارہ کش ہو۔

(۵) اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ اگر تجھکو حیا نہیں ہے۔ یا حیاء نہیں کرتا۔ تو پھر جو چاہے کر۔ کیونکہ شرط ایمان حیا ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

(۶) مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ۔ مرد کی خوبی اسلام یہ ہے۔ کہ وہ فضول بات یا کام کو چھوڑ دے۔

(۷) اَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔ یاوہ گوئی اور مصیبت لازم ملزوم ہیں (جَوَاهِرُ الْحِکَمِ) اضافت تشبیہی یا بیانی ہے۔ حکمتیں جو بمنزلہ موتیوں کے ہیں مراد اس سے علوم معرفت یا الفاظ وعظ و نصیحت ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً لوگوں کو فرمائے۔ یا وہ راز ہیں جس پر سوائے حضور علیہ السلام کے اور کوئی واقف نہیں ہے۔ دراصل ہر ایک کلمہ جو بُرے کاموں سے بچائے۔ اور نیکی کی طرف رہنمائی کرے حکمت ہے حکمت ایک موتی ہے جس کی تلاش ہر ایک عقلمند کرتا ہے۔ اور حکمت سے مراد یہاں فلسفۃ القرآن ہے۔ **وَجَعَلْتَ اُمَّتَهٗ خَیْرَ الْاُمَمِ** (جَعْل) کرنا۔ بنانا (اُمَّة) گروہ۔ جماعت (خَیْر) بہترین۔ (اُمَم) جمع امت۔ اے خدا تو نے حضور علیہ السلام کی امت کو تمام دیگر امتوں سے افضل بنایا۔ قرآن شریف میں۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ترجمہ) مسلمانو جتنی قومیں انسانوں کی پیدا ہوئی ہیں۔ تم ان سب سے بہتر ہو۔ حضور علیہ السلام کی امت کی فضیلت دوسری امتوں پر اس آیت سے ثابت ہوئی ہے۔ **وَغَفَرْتَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ** (غُفْرَان) بخشنا۔ عفو کرنا (تَقَدَّمَ) جو پہلے گزرا۔ (ذَنْب) گناہ (تَاَخَّرَ) جو مابعد آئیگا۔ اور بخشا تو نے حضور علیہ السلام کی گذشتہ اور آیندہ لغزشوں کو۔ قرآن شریف میں ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ اے محمد ہم نے تجھکو فتح دی اور فتح بھی صریح کہ خدا آپ کے گزشتہ و آیندہ

سیپارہ ۲۶ سورہ فتح

گناہ بخشدے۔ اس موقع پر ایک سوال ہے۔ کہ حضور علیہ السلام گناہوں سے پاک ہیں جب گناہ نہیں۔ تو بخشش کس امر کی۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے۔ گذشتہ گناہ سے مراد آدم علیہ السلام کے گناہ اور آیندہ گناہ امت ہیں بعض نے لکھا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ لغزش ہے جو باہمی بود و باش میں واقع ہوئی۔ مثلاً ایک دن حضرت امرائے قریش کو وعظ فرما رہے تھے۔ ایک اندھا آیا۔ اور اس نے کچھ سوال کیا۔ حضرت کو اس موقع پر اس کا سوال کرنا اچھا معلوم نہ ہوا۔ قرآن میں ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى[۱]۔ محمد مصطفے ترش رو ہوئے اور مونہہ پھیر بیٹھے کہ اُن کے پاس ایک اندھا آیا۔ یا کھانے پینے میں افراط۔ ایسے امور در حقیقت مباح ہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام ایک نمونہ اخلاق ہیں۔ تھوڑی سی فرد گزاشت کو لفظ ذنب سے تعبیر کیا گیا۔ بعض نے اس آیت کو متشابہات سے قرار دیا ہے۔ **اَلَّذِےْ بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ** (بلاغ) پہنچانا۔ (رسالت) پیغمبری۔ مراد احکام الٰہی۔ (امانۃ) جو چیز کسی کی تحویل میں کی جائے۔ کہ جب مالک چاہئے۔ اُسکو واپس کرے۔ یا کوئی چیز کسی شخص کے حوالہ اس غرض سے کیجائے۔ کہ وہ دوسرے شخص کو پہنچائے احکام الٰہی ایک وجہ سے رسالت ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو مرسل کیا۔ کہ وہ دنیا کو یہ احکام سُنائیں۔ اور ایک وجہ سے امانت ہیں۔ جو خدا نے آپ کو یہ امانت اس لئے دی کہ آپ دنیا کو

پ ۳۰۔ س نازعات

پہنچائیں۔ پس مختلف تعبیر سے ایک ہی چیز کو رسالت و امانت کہا جاتا ہے۔ اور نیز اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ رسالت میں تو صرف پیغام کا سنانا کافی ہے دیکھو آیت[۱] اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اے محمد یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ جسکو تم دوست رکھو۔ وہ ہدایت پر آجائے۔ بلکہ یہ امر خدا کے اختیار میں ہے جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت کرتا ہے۔ [۲] يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ اے رسول تیری پروردگار کی طرف سے جو نازل کیا گیا۔ (قرآن) اس کو لوگوں تک پہنچادے اور امانت میں ہدایت مُوصل الی المطلوب مراد ہے۔ نہ صرف احکام کا سنانا بلکہ لوگوں کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا قرآن شریف میں ہے۔ [۳] ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اس کتاب (قرآن) میں کسی نوع کا شک و شبہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہیں استعداد قبول ہدایت ہادی ہے راہ راست پر آنا لازم ہے۔ گویا جن لوگوں کے لئے ہدایت حقیقی ہے۔ اُن کو احکام آلٰہی کا سنانا خدا تعالیٰ کو منظور ہے۔ اور مطلوب تک پہنچانا امانت کا ادا کرنا ہے حضور علیہ السلام نے تمام دنیا کو جیسا کہ چاہیے تھا۔ احکام آلٰہی پہنچائے۔ اور جن کے لئے ہدایت حقیقی مقدر تھی۔ ان کو راہ راست پر لائے۔ اور امانت ادا کی۔ پس ہدایت کے دو معنے ہیں۔ ایک کسی مقام یا شہر کا راستہ بتایا جائے۔ دوسرا اس مقام یا منزل تک پہنچا دیا جائے۔ **وَنَصَحَ الْاُمَّةَ وَكَشَفَ الْغُمَّةَ** (نصیحت) پند و وعظ (امۃ) گروہ (کشف) آشکارا کرنا۔

---

(۱) سیپارہ ۲۰۔ سورہ قصص (۲) سیپارہ ۶ سورۃ المائدہ۔ (۳) سیپارہ اول سورۂ بقرہ

(غُمَّہ) امر پوشیدہ۔ وشدت غم ۔حضرت نے امت کو نیک و بد کی نصیحت کی۔ اور امور نیک و بد کو ظاہر کیا۔ تاکہ لوگ نیک کو اختیار اور بد سے اجتناب کریں۔ اور شدت غم کو دور کیا۔ اور امت کے لئے مژدہ بخشش سنایا۔ یا غمہ سے مراد نصیحت ہی ۔حضور علیہ السلام نے اپنی امت کے مشکلات و مصائب کو حل و رفع کیا۔ ۵

یَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهٖ   سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے اشرفِ مخلوقات آپ کے سوائے اور کون ہے ۔جس کے پاس مصائب و حوادث میں پناہ لی جائے ۔ یا غمہ سے مراد وہ اسرار مخفی ہیں۔ جن کی حضرت کے فہم و فراست نے تشریح کی۔ یا غمہ سے مراد تاریکی جہالت ہے۔ جو کفار پر چھائی ہوئی تھی۔ اور کشف سے مراد ہدایت ہے **وَجَلَّى الظُّلْمَةَ** (تَجْلِيَة) روشن کرنا (ظلمة) تاریکی۔ اور آپ نے تاریکی کفر و ضلالت و غفلت و بدعات کو دور کیا۔ **وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللهِ** (جہاد) کفار سے جنگ کرنا (سَبِيل) راستہ۔ مراد فتح دین اور آپ نے دین کی فتح کے لئے کفار سے جنگ کی تاکہ کفر دور ہو اور دین الٰہی کی اشاعت ہو۔ **وَعَبَدَ رَبَّهٗ حَتّٰى أَتَاهُ الْيَقِيْنُ** (عبادت) پرستش (یقین) موت یا کسی امر کا اذعان۔ آپ خدا کی پرستش کرتے رہے۔ یہانتک کہ آپ واصل باللہ ہوئے۔ یا آپ کو یقین کا درجہ حاصل ہوگیا۔ کہ خدائے قدیم واجب الوجود قادر و بصیر علیم ہے۔ موت کو بھی یقین اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اسکا وقوع

متحقق ہے۔ اور اسمیں شبہ و شک کی گنجائش نہیں ہے قرآن مجید میں حکم ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ موت آنے تک خدا کی بندگی کر تا رہ ۔عبادت سے انسان منازل معرفت کو طے کرتا کرتا فنا فی اللہ تک پہنچتا ہے ۔اور یہی منزل یقین ہے۔ اور یقین کے تین اقسام ہیں ۔علم الیقین۔ حق الیقین ۔عین الیقین۔ کتب معرفت میں اس کی تفصیل ہے۔

یقین کے تین اقسام ہیں۔

ایک علم الیقین کسی چیز یا حقیقت کا اس طرح جاننا۔ کہ اس کی کیفیت و کمیت و ماہیت کا کلی علم حاصل ہو۔ جسمیں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ مثلاً آگ ایک جلانیوالی چیز ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کی ماہیت و خواص پر اطلاع کلی حاصل کی جائے۔ مگر آگ کے دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔

دوئم عین الیقین۔ اپنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھنا۔ مثلا دور سے آگ کو شعلہ خیز و دخان انگیز دیکھا جائے۔ عین الیقین۔ علم الیقین سے بالاتر ہوتا ہے۔

سوم حق الیقین۔ کسی چیز کے اندر داخل ہونا۔ یا اسمیں محو ہو جانا مثلاً آگ میں داخل ہونا اور جل جانا۔ یہ اقصیٰ مرتبہ یقین کا ہے۔ ایک اور مثال سے ہر سہ مرتبہائے یقین کی تشریح کی جاتی ہے ۔ایک شخص جانتا ہے۔ کہ زہر کھانے سے انسان مرجاتا ہے۔ یہ علم الیقین ہے۔ اور جب کوئی انسان اس کے سامنے زہر کھاکر مرجاتا ہے۔ تو یہ عین الیقین ہے۔ اگر وہ شخص

ب ۱۴ س نحل

خود زہر کھائے اور اسپر نزع کی حالت طاری ہو۔ اور یہ معلوم کرے کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو یہ مرتبہ حق الیقین کا ہے اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ فِيْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ (بعث) اوٹھانا بھیجنا۔ (مَقَامِ مَحْمُوْد) مقام تعریف کیا گیا۔ اور اعلیٰ ترین منزل قرب الٰہی ہے۔ (غبط) اس نعمت کی جو کسی دوسرے کو حاصل ہے خواہش کرنا۔ بغیر اس آرزو کے کہ وہ نعمت اس سے جاتی رہے۔ حسد میں آرزوئے حصول نعمت کے ساتھ دوسرے شخص سے زوال نعمت کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ زید کی یہ خواہش ہو کہ وہ عمرو کی طرح دولتمند ہو جائے۔ غبطہ ہے۔ اور اُس کی یہ خواہش کرنا کہ عمرو مفلس ہو جائے اور زید دولتمند تو یہ حسد ہے۔ غبطہ جائز ہے۔ اور حسد ممنوع۔ فِیْہِ کا ضمیر مقام کی طرف راجع ہے (اَوَّلُوْن) جمع اول۔ اور (اٰخِرُوْن) جمع آخر۔ اولین سے مراد آدم علیہ السلام اور اسکی نسل اول کے پیغمبر۔ اور آخریں سے مراد وہ پیغمبر ہیں۔ جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل اول سے مابعد ہو۔ یا اولین سے مراد جملہ پیغمبر و اولیاء اللہ جو حضور علیہ السلام سے پہلے گذرے ہیں۔ اور آخریں سے مراد تمام اولیاء اللہ جو حضور سے مابعد تا قیامت آئینگے مقام محمود کے حصول کی جیسی آرزو پیغمبروں کو ہے۔ ویسی اولیاء اللہ کو ہے۔ یا مراد تمام مخلوقات ہے قرآن شریف میں ہے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1] آپ کا خدا عنقریب آپکو مقام محمود میں داخل کریگا۔ گویا یہ فقرہ اقتباس آیت بالا سے۔ اے خدا

[1] سیپارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل

رسول علیہ السلام کو بروز قیامت مقام محمود تک پہنچا کہ جس کی تمام انبیا (اولین و آخرین) آرزو رکھتے ہیں۔ اور نیز مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ کیونکہ حضرت کا شفاعت کرنا محمود ہے۔ جب کوئی اہم کام انجام دیتا ہے۔ تو تمام اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس جگہ ایک سوال ہے۔ کہ جب حضور علیہ السلام کے لئے مقام محمود عطا ہو چکا ہے۔ تو پھر اس مقام محمود کے ملنے کے لئے ہماری خدا سے التجا کرنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو اس آیت سے وعدہ مفہوم ہو اور اُس وعدہ کے پورا کرنے کی آرزو کرنا خدا تعالے صادق الوعدی جائز ہے۔ نیز ایک حاصل شدہ چیز کے لئے دعا مانگنا بارگاہ ایزدی میں اظہار خلوص و ارادت ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْهُ فِي الدُّنْيَا بِاِعْلَاۤءِ ذِكْرِهٖ وَاِظْهَارِ دِيْنِهٖ وَاِبْقَاۤءِ شَرِيْعَتِهٖ۔ (تَعْظِيْم) بزرگ کرنا۔ (اِعْلَاۤء) بلند کرنا۔ غالب کرنا (اظھار) ظاہر کرنا۔ غالب کرنا۔ (دین) مذہب (ابقاء) باقی رکھنا۔ (شریعت) طریق محمدی۔ اے خدا حضور علیہ السلام کو دنیا میں مکرم و معظم کر۔ کہ آپ کا ذکر بلند ہو (ہر جگہ آپ کی تعریف ہو) اور آپ کا دین غالب۔ اور آپ کی شریعت ہمیشہ رہے۔ قرآن شریف کی دو آیت ذیل کا یہ مضمون ہے۔ (۱) هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[1] (۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[2] پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت کو ہدایت و دین حق اس لئے دیا گیا۔ کہ

[1] ۲۶ سیپارہ سورہ فتح [2] ۳۰ سیپارہ ۔ سورہ الم نشرح

اس ہدایت دین کو دیگر مذاہب پر غالب کریں۔ قرآن شریف ناسخ بعض
احکام کتب الہامی ہے۔ اس لئے دین محمدی کا غلبہ ثابت ہے۔ اور
قرآن شریف سے دین و شریعت کی تکمیل ہوئی ہے۔ اور دوسری آیت
سے آپ کے ذکر کی شہرت ثابت ہے۔ اور حضرت کا ذکر مبارک
قرآن شریف میں کئی جگہ خدا کے نام کے ساتھ آیا ہے۔ اَطِیْعُوا
اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اذان۔ واقامت۔ نماز میں حضرت کا نام
خدا کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ مساجد میں۔ منبروں پر آپ کے اوصاف
بیان کئے جاتے ہیں۔ یہاں بھی اعتراض کا وہی جواب ہے جو مذکور
ہوا۔ کہ حضرت کی تعظیم ثابت شدہ ہے۔ آپ کا دین سب ادیان پر
غالب ہے۔ آپ کا ذکر بلند ہے۔ ان ثابت شدہ امور کے لئے بارگاہ
ایزدی میں دعا کرنا۔ خدا کی نعمتوں کا شکر بطریق استدعا اور حضور
علیہ السلام کی خدمت میں اظہار عقیدت ہے۔ اور فضیلت شریعت
محمدی کو ثابت کرنا ہے۔ اور یہ طریق احسن ہے۔ اور نیز جو نعمتیں خداوند
تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو عنایت کیں۔ وہ نعمتیں قیامت تک
بڑھتی جائینگی۔ چونکہ اُن کی ترقی مقدر ہے۔ لہٰذا ان کی ترقی کے لئے
التجا کرنا عین سعادت ہے۔ اگرچہ مطلق تعظیم۔ و غلبۂ دین۔ و ابقاء شریعت
محقق و مسلم ہے۔ لیکن اس کی ترقی کے منازل ہیں۔ اس لئے ترقی منازل
کے لئے بارگاہ ایزدی میں آرزو و التجا کرنا لازم ہے۔ وَفِی
الْاٰخِرَۃِ بِشَفَاعَتِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ (آخرت) قیامت۔ روز محشر

(شفاعت) یاری کرنا۔ (اُمّۃ) گروہ اور حضور علیہ السلام کو معظم کر
کہ وہ بروز محشر اپنی اُمّت کے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔ اس
جگہ شفاعت سے مراد قبول شفاعت ہے۔ کہ آپ کی درخواست قبول
ہو۔ اور نیز قرآن شریف میں ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا
بِاِذْنِہٖ۔ سوائے اذنِ خدا کس کو شفاعت کی جرأت ہو سکتی ہے۔
پس جس کو خدا شفاعت کرنے کی اجازت دیگا۔ اس کی تعظیم میں
کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔ اس درود میں اُن عطیات کا ذکر کیا ہے جس
سے حضور کی تعظیم ثابت شدہ ہے۔ یعنی بلندی ذکر۔ غلبۂ دین۔ دوام شریعت
و شفاعت بروز حشر وَاَجْزِلْ اَجْرَہٗ وَمَثُوْبَتَہٗ وَاَبْدِ
فَضْلَہٗ لِلْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ۔
(اجزال) بزرگ کرنا۔ زیادہ کرنا۔ (اجر) مزد۔ (مثوبہ) ثواب۔ کار خیر کا صلہ
(اَبْدِ) صیغۂ امر ہمیشہ کر۔ بعض نسخوں میں۔ اَبِدْ۔ (اِبْدَاءٌ) ظاہر کرنا۔ ظاہر کر
اور یہی اولیٰ و مشہور ہے۔ (افضل) بزرگی۔ اولین و آخرین و مقام محمود کی
شرح ہو چکی ہے۔ اے خدا بوجہ اس کے کہ حضور مقام محمود سے مشرف ہیں
آپ کو ادائے عبادت و فرائض رسالت کے ادا کرنے کی مزد اور ثواب زیادہ
وہ جو مقدار و حیثیت میں بڑھکر ہو۔ اور اولین و آخرین پر آپ کی فضیلت
کو ظاہر کر یا ہمیشہ کے لئے قائم رکھ۔ سوال یہ ہے۔ کہ اولین پر تو حضرت
کی فضیلت ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر اس کے ظہور کی التجا کے کیا معنے ہیں
اور اگر ابد کے معنی ہمیشہ رکھ کے ہوں۔ تو اولین کے لئے ہمیشگی کے

معنی کس طرح مربوط ہو سکتے ہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ کتابُ الرّوح مصنفہ حافظ ابن القیم میں مذکور ہے۔ کہ جس طرح انسان حیات دنیاوی میں استفادہ معارف حاصل کرتا ہے۔ اسیطرح بعد وفات روح بھی استفادہ کرتی ہے۔ حضرت کی فضیلت ابدی ہے۔ اس سے اوّلین و آخرین استفادہ اٹھاتے رہیں گے فیضیلت محمدی میں غور کرنا امت کے لئے ترقی فضیلت ہے کیونکہ جس قدر حضرت کی فضیلت ہم پر آشکارا ہوتی رہیگی۔ اسیقدر ہمارے دل منور ہوتے رہینگے یا یہ معنی ہیں۔ آپ ؑ کے مزد و ثواب کی افزونی اور آپکے فضل کا دوام بغرض افادہ اولین و آخرین مقام محمود کے عطاء کرنے سے آشکارا کر۔ کیونکہ جب حضرت مقام محمود پر فائز ہونگے تو یہ دلیل افزونی مزد ہوگے۔ وَتَقْدِيمِهٖ عَلٰى كَافَّةِ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ۔ (تَقْدِيْمِ) مقدم کرنا۔ پیشرو بنانا (کَافَّه) گروہ (مقرّب) قریب۔ (شهود) جمع شاہد۔ ناظر۔ حاضر۔ تقدیم کا عطف مقام محمود پر ہے۔ کافہ مقربین سے مراد اس جگہ پیغمبروں سے ہے۔ اور شہود اُن کی صفت ہے۔ جو انوار الٰہی و معارف الٰہی کو دیکھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام تمام پیغمبروں کے پیشرو ہونگے۔ جس طرح سپہ سالار لشکر کے آگے چلتا ہے۔ اسیطرح حضرت امام ہونگے۔ اور دوسرے پیغمبر و اولیا و مخلوقات پیچھے۔ اور شفاعت کا علم آپ کے دوش مبارک پر ہوگا۔ اور اوّل۔ آخر۔ مقرّب۔ شاہد۔ منازل قرب الٰہی ہیں۔ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ان منازل کو طے کرنے والوں کے آگے آگے ہونگے

کیونکہ حضور ؑ کی منزل مقام محمود ہے۔ اور یہ منزلیں مقام محمود سے نیچے ہیں۔ اے خدا یوجہ اس کی کہ حضور علیہ السلام تمام کافۂ انبیاء کے پیشرو و امام و مقدم ہیں۔ اُن کو ان کی عبادت و فرائض رسالت کا مزد و صلہ دے یا یہ معنی کہ آپ کے صلہ عبادت و مزد رسالت کی افزونی اس حالت میں نمایاں ہو سکتی ہے۔ کہ آپ تمام مقربین و حاضرین درگاہ کے پیشرو ہوں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت کو بموجب آپ کے مرتبہ کے کہ مقام محمود سے مشرف ہیں۔ اور تمام انبیاء کے امام ہیں۔ فرایض رسالت و عبادت کا صلہ سب سے بڑھ کر عطا کر۔ یا شد بقدر ہمت تو اعتبار تو۔ جس قدر کسی کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے موافق بادشاہوں کی دربار سے خلعت ملتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى (تَقَبَّلْ) صیغۂ امر قبول کر (رفع) بلند کرنا (درجہ علیا) منزل اعلیٰ۔ (اعطاء) بخشش کرنا (سؤل) مراد (آخرت) عالم عقبیٰ (اولیٰ) عالم دنیا۔ اے خدا آپ کی شفاعت (درخواست عفو گناہ امت) کو قبول کر۔ اور آپ کا درجہ بڑھا اور بلند کر۔ اور آپ کا مطلوب اخروی و دنیاوی عطاء کر جیسا کہ تو نے ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کو عطاء کیا ہے حضرت کا شفاعت کرنا اور اس کا قبول ہونا محقق ہے۔ دنیا کی شفاعت صغریٰ اور قیامت کی کبریٰ ہے۔ حضور علیہ السلام کا مطلوب

مغفرت امت ہے۔ اے خدا حضرت کی شفاعت دنیا و آخرت میں قبول کر
اور جس طرح حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہما السلام کی آرزوں
کو پورا کیا گیا ہے۔ ایسا ہی آپ کی خواہشیں پوری ہوں۔ قرآن شریف میں
آیا ہے۔ لَقَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یَا مُوْسٰی۔ اے موسیٰ آپ کو آپ کا
مطلوب و مراد دی گئی ہے۔ سؤل کا لفظ اس آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔
حضرت ابراہیم و موسیٰ علیٰ نبینا و علیہما السلام کی جو جو دعائیں قبول
ہوئیں تفاسیر میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ اس جگہ ایک سوال کا جواب دینا
ہے۔ کہ تشبیہ بڑی چیز سے دی جاتی ہے۔ جیسا مرد بہادر کو شیر سے تشبیہ
دیجاتی ہے کیونکہ شجاعت شیر میں زیادہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا درجہ سب انبیا
سے بڑھ کر ہے۔ مگر اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ و
حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا درجہ زیادہ ہے۔ جو مرتبہ ان کو عطاء ہو چکا ہے۔ اس
مرتبہ کے لئے التجا کی جاتی ہے۔ کہ وہ حضور علیہ السلام کو عطا ہو۔ اول تو یہ
ضروری نہیں ہے۔ کہ مشبہ بہ مشبہ سے بہمہ وجوہ برتر ہو۔ کیونکہ بعض
تشبیہیں صرف سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں۔ انسان کو شیر سے شجاعت
میں تشبیہ دی جاتی ہے۔ حالانکہ شیر حیوان ہے۔ اور انسان حیوان ناطق
جو کلیات و جزئیات کا ادراک کر سکتا ہے۔ پس شیر کو کس طرح انسان
پر ترجیح ہو سکتی ہے۔ بلکہ عام لوگوں پر ایک کیفیت ظاہر کرنے کے لئے
شجاعت میں شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ورنہ شیر کے پاس نہ اسلحہ
ہوتے ہیں۔ جو انسان ایجاد کرتا ہے۔ اور نہ اسکو اس قدر عقل ہوتی ہے

جو شجاعت کے لئے ضروری ہے۔ پس اس تشبیہ سے فضیلت حضرت
خلیل اللہ اور حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہما السلام کی فضیلت
حضور علیہ السلام پر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تشبیہ بوجہ اس کی ہے
کہ حضرت خلیل اللہ و کلیم اللہ پہلے گزرے ہیں۔ جو انہوں نے مانگا خدا
نے دیا۔ اس کی یہی مثال ہے۔ کہ کسی بادشاہ نے اپنے دربان کو جاگیر
دی۔ اور وزیر بادشاہ سے یہ درخواست کرے۔ کہ جس طرح آپ نے دربان
کو جاگیر دی مجھے بھی دیں۔ تو یہ تشبیہ صرف جاگیر کے عطا کرنے میں ہے
نہ یہ کہ اس سے دربان کے فضیلت وزیر پر ثابت ہوتی ہے۔ اور نیز ایسی
تشبیہ عام شہرت اور لوگوں کے خیال پر بھی ہوتی ہے۔ لوگوں کا خیال
ہے کہ شیر بہادر ہے۔ اس لئے انسان کو شیر سے تشبیہ دی گئی۔ اور
قرآن شریف میں ہے۔ اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ
اس آیت میں صرف نزول وحی کی تشبیہ ہے۔ بوجہ اس کی کہ حضرت
نوح علیٰ نبینا و علیہ السلام کا زمانہ مقدم گزرا۔ اور یہ تمام مدارج حضور علیہ السلام
کے لئے ثابت ہیں۔ امور ثابت شدہ کے لئے دعا مانگنا بطور شکر
نعمت و اظہار شان محمدی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْ اَکْرَمِ
عِبَادِکَ عَلَیْکَ مَرْتَبَۃً وَّمِنْ اَرْفَعِھِمْ عِنْدَکَ
دَرَجَۃً وَّ اَعْظَمِھِمْ خَطَرًا وَّ اَمْکَنِھِمْ عِنْدَکَ
شَفَاعَۃً (اِجْعَلْ) صیغہ امر۔ جعل کرنا۔ ایک چیز کا دوسری
شکل و حالت میں تبدیل کرنا (اَکْرَم) بزرگتر۔ (عِبَاد) جمع عبد بندہ

(علیک) معنی لدیک۔ تیرے نزدیک (رتبہ) درجہ۔ مرتبہ - بعض نسخوں میں (شَرَفًا) بجائے رتبۃً آیا ہے۔ (شَرَفٌ) بزرگی۔ برتری یا رفعت۔ مجد۔ (اَرْفَعُ) بلندتر۔ درجہ۔ مرتبہ۔ مراد شان و شوکت (اَعْظَم) بزرگتر۔ (خَطَرٌ) بفتحتین قدر و منزلت۔ (اَمْکَن) متمکن ہونے والا۔ ثابت قدم۔ قوی ہمت۔ طاقتور۔ قادرتریں۔ شفاعت۔ طلب عفو۔ اے خدا حضور علیہ السلام کو باعتبار رتبۂ قرب اپنے معزز و مکرم تریں اور باعتبار درجہ نبوت اپنے بلند تریں۔ اور باعتبار قدر و منزلت اپنے بزرگترین اور باعتبار شفاعت اپنے توانا ترین قادرتریں بندگاں میں شامل کر حدیث صحیح ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ میدان حشر میں جمع ہونگے۔ تو سختی حشر سے شفاعت کے لئے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام کی خدمت میں جائینگے۔ اور کہیں گے۔ کہ آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور آپ میں اپنی روح پھونکی فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ آپ ہمارے لئے شفاعت کریں۔ وہ اپنے گناہوں کو یاد کرکے کہیں گے۔ کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر حضرت نوح۔ و حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں باری باری حاضر ہونگے۔ ہر ایک اپنی خطاؤں کو یاد کرکے عذر پیش کریگا۔ اور شفاعت کی جرأت نہ کریگا۔ آخر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونگے۔ اور عرض کرینگے۔ کہ خدا نے آپ کے تمام گناہ پہلے اور

پچھلے بخشدیے ہیں۔ یہ رتبہ خاص آپ کا ہے۔ کسی اور کو نہیں دیا گیا آپ ہمارے لئے شفاعت کریں۔ حضرت باذنِ خدا شفاعت کے لئے سجدہ میں گر پڑینگے۔ خدا فرمائیگا۔ کہ آپ سر اٹھائیں۔ جو طلب کرینگے۔ وہ دیا جائیگا۔ جو کہینگے قبول کیا جائیگا۔ جس کی شفاعت کرینگے منظور ہوگی۔ حضرت سجدات شفاعت کرتے جائینگے۔ اور امت کے گروہ ہر سجدہ پر دوزخ سے نکالکر بہشت میں داخل کئے جائینگے۔ اور کوئی فرد امت کا دوزخ میں نہیں رہیگا۔ مگر بجز اس کے جو از راہ احکام قرآن ہمیشہ کے لئے دوزخی ہوچکا ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ وَاَفْلِجْ حُجَّتَهٗ وَاَبْلِغْهُ مَاْمُوْلَهٗ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ (عظّم) صیغہ امر۔ بزرگ کر (بُرهان) دلیل مراد۔ قرآن (اَفْلِجْ) امر افلاج سے۔ فَلَجَ مقصد پر کامیاب ہونا۔ افلاج بمعنی اظہار و تقویت بعض نسخوں میں اَبْلِجْ یعنے بجائے فاء کے بارِ موحدہ۔ اِبلاج۔ واضح کرنا۔ روشن کرنا (حُجَّة) دلیل۔ مراد معجزات۔ (اَبْلِغْ) صیغہ امر۔ ابلاغ پہنچانا (ماموِل) امید۔ مراد (اَهْلِ بیت) صاحب خانہ (ذرّیتہ) اولاد۔ اہل بیت میں علمار کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اہل بیت میں ازواج مطہرات و اولاد شامل ہیں بعض کہتے ہیں اہل بیت سے مراد اہل عبا یعنی حضرت علیؓ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ و حضرت امام حسن۔ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما۔ اور بعض اس سے بھی وسیع معنی لیتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات و اولاد خدام شامل ہیں

بظاہر یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے دولت خانہ میں جو رہتا تھا۔ وہ اہل بیت سے قریبی ہوں۔ یا خادم ہوں۔ اے خدا حضور علیہ السلام کی دلیل رسالت و نبوت کو عظمت دے۔ اور آپ کی حجت صداقت (معجزات) کو دشمنوں پر کامیاب و غالب یا روشن کر اور آپ کو اس مقصد و مطلوب پر جو آپ اپنے اہل بیت اور اولاد کے لئے چاہتے ہیں فائز کر۔ حضور علیہ السلام اہل بیت اور اپنی اولاد کے لئے زہد۔ تورع۔ تقوٰی۔ تطہیر چاہتے ہیں۔ یہ سب امور ثابت ہیں۔ ان کا ذکر علیٰ سبیل اظہار رفعت شان حضور علیہ السلام کیا گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَتْبِعْهُ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ وَاُمَّتِهٖ مَا تُقِرُّ بِهٖ عَیْنُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا خَیْرَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَاجْزِ الْاَنْبِیَآءَ کُلَّهُمْ خَیْرًا

(اَتْبِعْ) صیغہ امر تبع۔ تابعداری کرنا۔ پیچھے پیچھے چلنا۔ اتباع تابع کرنا لاحق کرنا۔ (ذُرِّیَّة) اولاد۔ امت۔ جماعت (تُقِرُّ بِهٖ عَیْنَه) تقر بضم التاء و کسر القاف باب افعال سے اس صورت میں عینہ منصوب ہوگا۔ اور اگر بفتح تاء و ضم قاف مجرد ہو۔ تو عینہ مرفوع بفاعلیت ہوگا۔ قرۃ العین خنکی و روشنی چشم۔ (اِجْزِ) صیغہ امر۔ جزا۔ پاداش عمل (خَیْر) بہترین۔ اے خدا آپ کی آیندہ نسلوں اور امت سے ایسے لوگ صالح و متبع سنت نبوی پیدا کر جس سے حضرت کی آنکھ ٹھنڈی اور روشن ہو۔ یا آپ کی امت و اولاد سے ایسے اعمال حسنہ صادر ہوں جو باعث روشنی چشم مبارک ہو۔ آنکھ کا ٹھنڈا یا روشن ہونا خوشی و سرور خاطر کی علامت ہے۔ باپ

بیٹے کو دیکھ کر کہتا ہے۔ کہ تجھ کو دیکھ کر میری آنکھ ٹھنڈی اور روشن ہوگئی حضرت کو یہ مطلوب ہے کہ آپ کی آیندہ نسلیں ایسی ہوں جس سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انسان کے کُلی اعضاء سے آنکھ ایسا عضو ہے جس سے انسان کی اندرونی کیفیت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ زید اس قدر غصہ میں تھا کہ اس کی آنکھوں سے خون برستا تھا۔ عمرو نے حیا سے آنکھیں نیچے کریں۔ جب کسی کی اولاد یا نوکر یا دوست نیک کام کرتے ہیں۔ تو جو کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا اثر آنکھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دل مسرور ہوتا ہے۔ تو آنکھیں تیز ہو جاتی ہیں پس آنکھ مظہر کیفیت ہائے دل ہے پہلے پیغمبروں کی امت سے جو راہ ہدایت پر آتے۔ وہ اپنے پیغمبر کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اور خدا سے دُعا مانگتے تھے۔ کہ اے خدا ہمارے پیغمبر کو جزائے خیر دے۔ کہ اس نے ہم کو ہدایت دی۔ اور تیرے احکام سے مطلع کیا۔ پس اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اے خدا ہماری جانب سے حضور علیہ السلام کو جزائے نیک دے جس طرح کہ تو نے پہلے پیغمبروں کو ان کی امت کی التجا و دعا پر جزائے نیک عطا کی ہے۔ یہ سب کچھ بطور شکر نعمت ہے۔ یا اظہار شان حضور علیہ السلام۔ رسالت ایک نعمت ہے۔ جس کے ذریعہ انسان ایمان لاتا ہے۔ اور گمراہی سے نجات پاتا ہے۔ پس اس نعمت پر شکر واجب ہے اور جس کے باعث سے یہ نعمت عطا ہوئی۔ اس کے لئے طلب خیر فرض ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا شَاهَدَتْهُ الْاَبْصَارُ وَسَمِعَتْهُ
الْاٰذَانُ (سَيِّد) سردار۔ حضرت نے فرمایا ہے۔ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ
اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ میں بنی آدم کا سردار ہوں۔ اور مجھے کوئی فخر نہیں ہے۔
(عَدَدٌ) شمار (مُشَاهَدَہ) دیکھنا۔ (اَبْصَار) جمع بصر۔ آنکھ (سَمْع)
سننا (اٰذَان) جمع اُذن۔ کان۔ اے خدا حضور علیہ السلام پر بشمار اُن
اشیا کے جو آنکھوں نے دیکھیں۔ اور کانوں نے سنیں۔ رحمت بھیج
چونکہ دنیا میں اشیاء مرئی اور الفاظ مسموع بیشمار ہیں۔ اس لئے رحمت
جو حضور علیہ السلام کے لئے طلب کی گئی ہے۔ گنتی سے باہر ہے۔ جس کا
انتہا متصور نہیں ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ حضور علیہ السلام کے انوار جو آنکھوں
نے دیکھے۔ اور آپ کے ارشاد جو کانوں نے سنے بشمار اُن انوار و ارشادات
کے رحمت بھیج۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى
عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ
عَلَيْهِ۔ عربی میں کیا ہر ایک زبان میں جہاں کل اشیاء کا احاطہ مطلوب
ہوتا ہے۔ وہاں دو متقابل اشیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ مقابلہ
اثبات و نفی میں ہو۔ خواہ مقابلہ عرفی۔ مقابلہ عرفی جیسا زمین و آسمان
کہا جاتا ہے۔ اَللّٰهُ بِيَدِهِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمان و زمین کو مقابلۃً
ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ ایک کائنات کا کلی احاطہ ہو۔ خدا کا آسمان و زمین
کا خالق ہونا۔ دلیل اس امر کی ہے۔ کہ وہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اور
بعض جگہ مقابلہ اثبات۔ نفی کا ہوتا ہے۔ اس سے مراد بھی کل افراد ہوتے

ہیں۔ انسان کو دو جماعت میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل وہ جنہوں نے
حضور علیہ السلام پر درود پڑھا۔ دوئم وہ جنہوں نے درود نہیں پڑھا۔ گویا
ابتدائے پیدائش عالم سے قیامت تک تمام انسان و جن دو صورت سے
خالی نہیں ہیں یا تو انہوں نے درود پڑھا ہے یا نہیں پڑھا۔ اس مجموعہ کا
شمار لامتناہی ہے۔ حضور علیہ السلام پر اس طریق سے درود بھیجنے میں ایک
نکتہ ہے کہ ہر ایک انسان پر جس طرح کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانا فرض
ہے۔ ایسا ہی درود بھیجنا لازم ہے۔ پس جو اس فرض سے غافل ہے۔
اس کی طرف سے بھی درود بھیجا گیا۔ اور صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا فرض
ہر ایک کی طرف سے ادا گیا۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا
تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ (حُبّ) دوستی
(رضاء) خوشنودی (تُحِبُّ وَتَرْضٰى) بصیغہ خطاب۔ قرآن مجید میں آیتیں
ہیں (۱) صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ حضور علیہ السلام پر درود بھیجو۔
(۲) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ انسان بھی حضور علیہ السلام
پر درود بھیجتے ہیں۔ اور خدا اور فرشتے بھی۔ انسان حقیقت تصلیہ پر
واقف ہونے سے قاصر ہے۔ اُس کو یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس شمار میں
کس وقت کس حالت میں کن الفاظ میں درود کا بھیجنا زیادہ تر باعث
خوشنودی خدا تعالیٰ ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس میں اظہار عجز ہے۔
اے خدا جیسا کہ چاہیئے ہم سے درود بھیجنے کا فرض ادا نہیں ہو سکتا۔
التجا ہے۔ کہ اے خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام پر باعتبار شمار یا باعتبار الفاظ

ومعانی یا باعتبار طہارت بدن ولباس یا باعتبار توجہ قلب۔ یا باعتبار قلب۔ یا باعتبار کیفیت دل یا باعتبار ادب حضرت پر درود بھیجنا تیرے نزدیک بہتر وافضل ہو اسیطرح ہماری طرف سے درود بھیج۔

میرے اشعار میں سے ہے۔ ؎

برآنکہ جن و ملایک درود میگویند چہ طاقت است دریں راہ مرد ماں پویند
ہمیں بس است کہ گویند ای خدائے جہاں چنانکہ ہست رضایت درود ما برسال

وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِيْ أَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ

آخوں حکم۔ (كَمَا يَنْبَغِيْ) جیساکہ چاہیئے۔ اے خدا حضور علیہ السلام پر درود بھیج۔ جس طرح کہ تو نے ہمکو درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور اُس طریق سے یا تعداد سے درود بھیج جیساکہ چاہیئے۔ اس میں بھی اظہار عجز ہے۔ اے خدا آپ کے حکم کی جیساکہ چاہیئے۔ دربارہ صلوٰۃ علی النبی ہم سے تعمیل ہونی ممکن نہیں ہے۔ تو اپنے حکم کے منشا کے مطابق جو حق ادائے صلوٰۃ ہو۔ آپؐ پر درود بھیج۔ نہ تو ہم حقیقت محمدی پر آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی حق صلوٰۃ ادا کر سکتے ہیں حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک دن ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا حضرت نے خلاف معمول اُس کو اپنے اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے درمیان جگہ دی۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کہ یہ شخص یہ الفاظ ذیل مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ كَمَا يَنْبَغِيْ

أَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى أَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ

یہ الفاظ خدا کو محبوب ہیں۔ جو چیز خدا کو محبوب ہے۔ وہ خدا کے محبوب کو بھی محبوب ہے۔ اس لئے اس شخص کا رتبہ خدا اور رسول کے نزدیک بڑا ہے یا یہ معنی ہیں کہ جس طرح تو نے ہم کو درود بھیجنے کا حکم کیا ہے۔ ہم بھی تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ تو بھی درود بھیج اس میں کس قدر اظہار محبت و ارادت و شوق ہے۔ اور یہ عجیب طریق صلوٰۃ علی النبی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ نَعْمَاءِ اللّٰهِ وَإِفْضَالِهٖ

بعض نسخوں میں نَعْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (انعماء) جمع نعمت (لاافضال) مصدر۔ اے خدا جس قدر تیری نعمتوں اور انعام کی تعداد ہے۔ اس کے مطابق حضور علیہ السلام اور آپ کے آل پر درود بھیج چونکہ نعمای وافضال الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس لئے مراد اس سے درود بلا تعداد ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَوْلَادِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَأَصْهَارِهٖ وَأَخْتَانِهٖ وَأَحْبَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَشْيَاعِهٖ

آل کی تشریح بیان ہو چکی ہے۔ کہ آل میں تمام اہل بیت خادموں اور غلاموں تک شامل ہیں (اصحاب) جمع صحب اور صحب اسم جمع ہے صاحب کا۔ جو مسلمان حضور علیہ السلام کی صحبت سے یا زیارت سے مشرف ہوئے وہ اصحاب میں شامل ہیں (اولاد) جمع ولد اسمیں بیٹے اور بیٹیاں شامل ہیں۔ (ازواج) جمع زوج۔ مراد ازواج مطہرات (ذُرِّيَّة) نسل اس میں

بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد شامل ہیں (اَھْلِ بیت) اہل بیت میں اولاد ازواج۔ خدام محلہ شامل ہیں۔ (عِتْرَت) اولاد صغار قریبی رشتہ دار (عشیرہ) بھائی بند۔ عشیرت سے مراد قبیلہ برادری کے لوگ جسمیں اصول و فروع آپ کے شامل ہیں (اَصْھَار) جمع صہر جو مرد۔ دختر۔ بہین کی سسرال کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔ شوہر۔ زوجہ۔ جو عورت بینی کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔ مثلاً خسر و داماد (اختان) جمع خَتَن بفتحتین داماد۔ (اَحْبَاب) جمع حبیب۔ دوست۔ اسمیں تمام محبین جو حضور علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ شامل ہیں۔ مراد دوستان مخلص (اَتْبَاع) جمع تابع۔ فرمانبردار۔ سنت نبوی پر چلنے والا (اَشْیَاع) جمع شیعہ۔ گروہ مراد رفیق۔ جنہوں نے حضرت کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی (اَنْصَار) جمع نصیر۔ جنہوں نے حضرت کے ساتھ ہجرت کی۔ مددگار۔ یاور۔

(ترجمہ) اے خدا حضرت کی آل۔ اصحاب۔ فرزندان۔ ازواج۔ اولاد گھر میں رہنے والوں۔ قریبی رشتہ داروں۔ بھائی بندوں۔ سسرال۔ دامادوں۔ دوستانِ مخلص۔ تابعین سنت۔ رفقا اور مددگاروں پر درود بھیج۔ **خَزَنَةِ اَسْرَارِہٖ وَمَعَادِنِ اَنْوَارِہٖ کُنُوْزِ الْحَقَآئِقِ وَھُدَاةِ الْخَلَآئِقِ وَنُجُوْمِ الْاِھْتِدَآءِ لِمَنِ اقْتَدٰی** (خَزَنَةِ اَسْرَارِہٖ) (خَزَنَۃ) جمع خازن۔ خزانچی۔ نگہبان (اَسْرَار) جمع سر۔ راز (وَمَعَادِنِ اَنْوَارِہٖ) (معادن) جمع معدن۔ کان (اَنْوَار) جمع نور (کُنُوْزُ الْحَقَائِقِ) (کُنُوْز) جمع کنز۔ خزانہ (حَقَائِق) جمع حقیقت

ھُدَاةِ الْخَلَائِقِ) (ھُدَاة) جمع ہادی۔ جس طرح قاضی جمع قضاۃ ہے۔ (خَلَآئِق) جمع خلیقہ۔ مخلوقات (نُجُوْمِ الْاِھْتِدَآءِ لِمَنِ اقْتَدٰی) (نُجُوْم) جمع نجم۔ ستارہ۔ (اِھْتِدَآء) ہدایت پانا۔ راہ پر آجانا۔ (اِقْتِدَآء) اتباع پیروی کرنا۔ قدم بقدم چلنا۔ یہ تمام حضرات (آل و اصحاب وغیرہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسرار قرآن شریف کے نگہبان۔ انوار الٰہی (کلمات طیبات) کی کانیں معرفت کی حقیقتوں کے خزانہ اور تمام مخلوقات کے راہبر ہیں اور جوان سے ہدایت حاصل کرنا چاہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے ستارے ہیں جس طرح ستاروں کے ذریعے مسافر راہ پر چلتے ہیں۔ اور رستہ نہیں بھولتے اسیطرح ان کی اتباع سے منزل صداقت پر پہنچتے ہیں حضرتؐ کی حدیث ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میری اصحاب ستارے ہیں۔ ان میں سے جس کی اقتدا کروگی ہدایت پاؤ گے۔

وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَآئِمًا اَبَدًا ۔ (تَسْلِیْم) سلامتی مراد سلامتی جسمانی و روحانی و صوری و معنوی (کثیر) بہت دائم۔ ہمیشہ۔ ابد زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ اے خدا آپ پر بہت بہت سلام ہمیشہ کے لئے بھیج۔ یہ فقرہ یا تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ کے متعلق ہے سلسلہ کلام اس طرح ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلَی الْاَنْصَارِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَآئِمًا اَبَدًا وسلم تسلیما تاکید ہے پہلے فقرہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ کی پہلے فقرہ میں سَلِّمْ مطلق تھا۔ اس فقرہ میں کَثِیْرًا دَآئِمًا اَبَدًا کی قید وسعت درود کے لئے ہے۔ یا یہ

فقرہ نیا شروع ہوا ہے۔ وَارْضَ عَنْ كُلِّ الصَّحَابَةِ رِضًى سَرْمَدًا (اِرْضَ) صیغہ امر۔ راضی ہو۔ (كُلِّ الصَّحَابَةِ) تمام اصحاب جس میں تمام طبقہ اصحاب شامل ہیں۔ (رِضًى) خوشنودی اسم مصدر (سَرْمَدًا) دائم جسکی کوئی انتہا نہ ہو۔ اے خدا کافۂ اصحاب پر ہمیشہ کے لئے تیری رضامندی ہو۔ اس کا کبھی انقطاع نہ ہو۔ عَدَدَ خَلْقِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ (عَدَدَ) شمار (خَلْق) مخلوق۔ (زِنَة) وزن۔ (رِضٰى) خوشنودی (نَفْس) ذات۔ (مِدَاد) مقدار۔ افزونی۔ گنتی میں عدد کا اور مقدار میں مداد کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اگر اِرْضَ عَنْ كُلِّ الصَّحَابَة کو فقرہ ماقبل وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا کے متعلق کریں۔ تو یہ معنی ہیں۔ اے خدا حضور علیہ السلام اور اس کی آل و اصحاب پر درود بھیج۔ اور ہر ایک صاحب پر راضی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وَارْضَ عَنْ كُلِّ الصَّحَابَةِ نیا فقرہ ہو۔ اے خدا ہمیشہ کیلئے اصحاب میں سے ہر ایک فرد پر راضی ہو تیری یہ رضامندی بشمار تیری مخلوقات اور بوزن تیرے عرش کے اور اس رضامندی کی کیفیت تیری ذاتی رضامندی اور اسکی مقدار تیرے کلمات کے برابر ہو جو غیر محدود و غیر منتہی ہیں كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا سَهٰى عَنْ ذِكْرِكَ غَافِلٌ (ذِكْر) یاد کرنا۔ ذاکر اس کا فاعل ہے (سَهٰى) صیغہ ماضی۔ (سَهْو) بھولنا۔ (غَافِل) سست بیخبر۔ اے خدا اس وقت تک درود وسلام و رضا حضور علیہ السلام و اصحاب و آل پر مبذول ہو۔ جبتک کہ دنیا میں تجھ کو یاد کرنیوالے ہیں یا بھول جانے والے موجود رہیں۔

کیونکہ جہان میں دو ہی صورتیں ہیں۔ یا لوگ خدا کا ذکر کرینگے یا غافل رہینگے پس مراد اس سے دوام ہے صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً | رنتی

وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَلَنَا صَلَاحًا۔ (صَلٰوة) درود (رِضَاءً) خوشنودی (حَقّ) امر ثابت شدہ (لِحَقِّهٖ) ضمیر راجع حضور علیہ السلام کی طرف (صَلَاح) نیکی۔ اب صلوۃ کی تعریف کیجاتی ہے۔ اے خدا حضور علیہ السلام و اصحاب پر ایسی رحمت بھیج۔ جو تیری خوشنودی اور حضور علیہ السلام کے حق کی ادائیگی اور ہماری نیکی کا باعث ہو۔ اس میں درود کی ہر ایک نوعیت کو عجب طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ سب سے افضل خدا تعالیٰ کی رضا ہے۔ کیونکہ انسان جو نیک کام کرتا ہے اس میں رضائے ایزدی مطلوب ہوتی ہے۔ اور رضائے ایزدی تب حاصل ہوتی جب وہ عمل قبول ہو۔ پس ایسا درود حضور پر بھیجنے کی استدعا ہے۔ جسمیں رضای الٰہی حاصل ہو۔ اور حضور علیہ السلام کا ہم پر حق ہے۔ کہ ہم باخلاص دل و طہارت بدن آپ پر درود بھیجیں۔ پس جب ایسا درود جو باعث رضای الٰہی ہو۔ وہی حق فرضیت کو ادا کر سکتا ہے۔ اور اسی سے ہم کو صلاح و فلاح ہو سکتی ہے۔ وَاٰتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الْعَالِيَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَاللِّوَاءَ الْمَعْقُوْدَ وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ (اٰتِ) صیغہ امر عطا کر۔ (وَسِيْلَة) ذریعہ۔ واسطہ اس جگہ نام مقام قرب الٰہی ہے۔ (فَضِيْلَة) بزرگی۔ (الدَّرَجَةُ الْعَالِيَةُ الرَّفِيْعَةُ) مرتبہ عالی شان (بَعَث) بھیجنا۔ پہنچانا۔ (مَقَام مَحْمُوْد) نام

مقام قرب الٰہی۔ یا شفاعت کبریٰ۔ (لِوَآءِ) علم۔ فوج و نشانِ لشکر۔
(معقود) باندھا گیا۔ عقد سے مشتق ہے۔ مراد پرچم (پھریرا) جو علم کے سر
پر باندھا جاتا ہے۔ یا معقود سے مراد علم مخصوص ہے جو حضور علیہ السلام کے
نام سے باندھا گیا ہے۔ اور آپ ؐ کو روز محشر دیا جائے گا۔ قیامت کے
دن حضور علیہ السلام لوار الحمد (علم شفاعت) اٹھائینگے۔ اور تمام پیغمبر
آپ کے نیچے پیچھے چلیں گے (حَوْض) مراد چشمہ کوثر (مَوْرُوْدٌ) مقام جہاں
لوگ جمع ہوں۔ اے خدا حضور علیہ السلام کو مقام وسیلت و فضیلت اور درجہ
بلند عطا کر اور مقام محمود۔ لوائِ معقود و حوض کوثر پر فائز کر۔ الدرجۃ العالیۃ
الرفیعۃ تفسیر ہے وسیلہ کی۔ حضرت مغفرت امت کے ذریعہ ہیں۔ اور
لوائِ المعقود کا عطف ہے محمود پر۔ اے مَقَامِ المحمود و مَقَامِ لِوَاءِ المعقُود۔
مقام لوار وہ مقام ہے جہاں حضرت کو لوار حمد اور مقام لوائِ معقود عنایت ہو گا۔
حضرت علیہ السلام کو ہر سہ مقامات یعنی مقام محمود۔ مقام لوائِ معقود
اور مقام حوض کوثر عطا کئے جائینگے۔

وَصَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ (اِخوان) جمع اخ۔ بھائی (اَنْبِیَاء) جمع نبی۔
(مُرْسَلِین) جمع مرسل۔ بعض نسخوں میں وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ
وَمَلٰٓئِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ۔ اس جگہ آیا ہی
(اَوْلِیَاء) جمع ولی۔ مقرب الٰہی (صَالِحِیْن) جمع صالح۔ متقی نیکو کار
فرائض الٰہی کے ادا کرنے والا۔ (مَلٰٓئِکَۃ) جمع ملک فرشتہ۔

(مُقَرَّبِیْنَ) جمع قرب۔ (شُهَدَآء) جمع شہید۔ جس نے راہ خدا میں جان
دی۔ (صِدِّیْقِیْنَ) جمع صدیق۔ جو حضور علیہ السلام کی رسالت
و نبوت پر بلا تامل ایمان لائے۔ یا تصدیق و اذعان میں سب
پر سبقت لے گئے۔ اے خدا حضرت ؐ کے برادران۔ انبیاء و
مرسلین۔ اولیاء اللہ۔ نیکوکاروں۔ درگاہ کے مقربین فرشتوں
شہیدوں۔ اور صدیقوں پر درود بھیج۔ اس میں کل مقربین کی جماعتیں
شامل ہیں۔ یہ درود حضرت سیدنا و مولانا و مرشدنا و ملجانا و حامینا
شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ
عنا و قدس اللہ سرہ العزیز کا ہے۔ علماء و معتقدین نے خصوصاً
حضرت سند المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت رضی اللہ
عنہ کا نام نامی رحمت کے لئے خاص کر کے ملحق کیا ہے۔ جو جزو درود
کبریت احمر ہو گیا ہے چونکہ حضرت رضی اللہ عنہ و قدس اللہ سرہ العزیز
کا رتبہ۔ اولیا۔ صلحا۔ شہدا۔ صدیقین سے بڑھکر ہے۔ اور حضرت نے
یہ درود کمال فصاحت و بلاغت سے تالیف کیا ہے۔ اس لئے
آپ کا حق تھا۔ کہ آپ کا نام نامی طلب رحمت کے لئے شامل کیا
جائے۔ اور یہ الحاق نہایت پسندیدہ اور مرغوب ہے۔

وَعَلٰی سَیِّدِنَا الشَّیْخِ مُحْیِ الدِّیْنِ السَّیِّدِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیِّ الْمَکِیْنِ الْاَمِیْنِ۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ حضرت غوث الثقلین شیخ السمٰوٰت

والارضین شیخ الجن والانس شیخ الملائکہ شیخ الکل فی الکل قطب
الاقطاب سیّد الاولیاء مرجع الحاجات منبع البرکات۔ مامورٌ من عند
ربہٖ تابع قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے اسم مبارک سید عبد القادر
تھا۔ بعد میں بوجہ احیاء سنت الاسلام محی الدّین ہوا۔ (اَلْمُکِیْن)
صاحب التمکین۔ ذی جاہ (اَلْاَمِیْن) امین رازہائے خدا۔ علی سیّدنا
کا عطف علیٰ جمیع اخوانہٖ پر ہے۔ اے خدا ہمارے سردار حضرت
شیخ محی الدین سیّد عبد القادر جیلانی صاحب مرتبہ وامین رازہائے
الٰہی پر درود بھیج۔ خدا کی رحمتیں اور سلام ان تمام مذکورین پر نازل ہوں۔
فقرہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم یا جملہ دعائیہ ہے یا صفت ہے حضرات
مذکورین کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ
لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ الرَّحْمَةِ لِلْعٰلَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ۔
(سابق) سبقت کرنے والا۔ (خَلْق) مخلوقات۔ حضرتؐ کا نور
سب دنیا سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ اوّل
ماخلق اللہ نوری۔ اور حضرت رحمۃ للعالمین ہیں۔ قرآن شریف
میں ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔
عَدَدَ مَنْ مَضٰی مِنْ خَلْقِکَ وَمَنْ
بَقِیَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ۔
(عدد) شمار (مَضٰی) صیغۂ ماضی جو گذر گیا۔ (بَقِیَ) صیغۂ
ماضی جو باقی ہے (سَعِدَ) صیغۂ ماضی جو نیک ہوا (شَقِیَ) صیغۂ

ماضی جو بدبخت ہوا۔ اے خدا تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
جن کا نور سب مخلوقات سے پہلے اور جس کا ظہور جہان کے لئے رحمت
بشمار اس خلقت کے جو گذر چکی ہیں۔ اور جو باقی ہے۔ اور بہ تعداد ان لوگوں
کے جو نیک بخت ہیں اور جو بدبخت ہیں۔ درود بھیج۔ میں پہلے کئی جگہ لکھ چکا ہوں
کہ جہاں الفاظ مقابلہ کے لائے جاتے ہیں۔ وہ افادہ جمع اور کل کا دیتے ہیں۔
اس سے یہ بھی مفہوم ہے۔ کہ ابتدائے پیدایش سے لیکر قیامت تک سلسلہ
درود کا جاری رہیگا۔ اور اس سلسلہ جاری شدہ کو دہرایا گیا ہے۔ نیک بختوں
نے تو حضرتؐ پر درود بھیجا ہے۔ کیونکہ سعید وہ ہے جسنے سب سے پہلے لبیک کہا
اور سجدہ کیا۔ اور جس نے لبیک کہا۔ اُسنے حضرتؐ پر درود بھیجا۔ مگر جس قدر بدبخت
ہیں وہ درود پہنچانے سے محروم ہیں۔ ان کی تعداد کے برابر بھی درود ہو۔ گویا حضور
علیہ السلام پر ہر فرد پیدایش کے شمار کے موافق درود پہنچایا گیا ہے۔ صَلٰوةً
تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ (اِسْتِغْرَاق) احاطہ کرنا۔ تمام افراد کو
شامل کرنا (عد) شمار (حد) انتہائے چیز۔ اسقدر درود بھیج جو تمام اعداد کو
شامل ہو۔ انتہا اور غایت کو محیط ہو۔ مطلوب اس سے بیشمار غیر محدود رحمت ہے
کیونکہ عدد اور حد کا سلسلہ ظاہراً لاانتہا ہی ہے۔ صَلٰوةً لَا غَایَةَ لَھَا
وَلَا انْتِھَآءَ (غَایَة) کسی حد کا اخیر خط (اِنْتِھَآء) جہاں کوئی عدد یا حد
ختم ہوتی ہو۔ وہ درود بھیج۔ جس کی نہ نہایت ہو نہ انتہا وَلَا اَمَدَ لَھَا
وَلَا انْقِضَآءَ (اَمَد) اندازہ۔ کسی چیز کی نہایت۔ محاورہ میں ہے۔
بَلَغَ اَمَدَہٗ نہایت کو پہنچا۔ (اِنْقِضَآء) ختم ہو جانا۔ اس قدر درود بھیج۔ کہ

اس کا اندازہ نہ ہو سکے۔ نہ اس کی نہایت و حد ہو۔ اور نہ کبھی ختم ہو۔ مسلسل ابدالآباد تک جاری رہے۔ اس سے مراد ہے کہ درود گنتی سے بڑھ کر اور حد سے متجاوز ہو۔ نہ اس کا شمار ہو سکے۔ اور نہ حد مقرر ہو۔

صَلٰوتَكَ الَّتِیْ صَلَّیْتَ عَلَیْهِ صَلٰوةً مَعْرُوْضَةً عَلَیْهِ مَقْبُوْلَةً لَدَیْهِ (مَعْرُوْض) پیش کیا گیا (مقبول) قبول کیا گیا۔ اے خدا حضور علیہ السلام پر وہ درود بھیج جو تو نے خود آپ پر بھیجا ہے۔ ایسا درود جو آپ کے پیش کیا گیا ہو۔ اور آپ کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ اللہ اور اس کے فرشتے حضور علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص حضور علیہ السلام پر درود بھیجتا ہے۔ وہ حضور کے پیش کیا جاتا ہے۔ پس آیت و حدیث بالا سے یہ فقرہ صلوۃ اخذ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ جو درود حضور علیہ السلام پر بھیجتا ہے۔ وہ ہمہ وجوہ مکمل اور حضرت کی شان کے موافق ہے۔ انسان کی یہ طاقت نہیں ہے کہ درود بھیجنے کا حق ادا کر سکے۔ پس التجا کی گئی ہے۔ کہ اے خدا جو درود تیری طرف سے جن الفاظ اور جس طریق سے حضور علیہ السلام پر بھیجا جاتا ہے۔ انہیں پاکیزہ الفاظ و پسندیدہ طریق سے ہماری طرف سے بھی آپ پر درود بھیج۔ تاکہ ہم سے درود کا حق ادا ہو۔ اور ہماری طرف سے وہ درود بھیج جو حضور کے پیش ہو کر مقبول ہو۔ اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں وہی درود مقبول ہوتا ہے۔ جو اخلاص اور آداب سے بھیجا جائے۔

صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِیَةً بِبَقَآئِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ (دَآئِمَہ) ہمیشہ (دَوَام) ہمیشگی (بَقَاء) حیات۔ (دُوْن) نزدیک و سوا (مُنْتَهٰی) نہایت۔ حد۔ اے خدا حضرت پر درود بھیج جو تیری ہمیشگی کے ساتھ ہو۔ اور تیری بقا کے ساتھ باقی رہے اور ایسا درود بھیج جس کا تیرے علم میں انتہا نہ ہو۔ یا سوا تیرے علم کے اور اس تعداد سے کوئی واقف و مطلع نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا دوام اور حیات ثابت ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ خدا کا علم ان اشیاء کو جو ہمارے عقل و فکر میں غیر متناہی ہیں۔ محیط ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ابد تک رحمت خدا کا غیر متناہی سلسلہ حضور علیہ السلام پر مبذول ہے۔ جو شخص یہ درود شریف اللھم صل علے سیدنا محمد السابق للخلق نورہ۔ کو لا منتھیٰ لھا دون علمک تک صبح و شام دس دفعہ پڑھے۔ خدا تعالیٰ کی رضا اس پر واجب ہو جاتی ہے۔ اور وہ بلیات و غضب اللہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر کسی مشکل کی حل کے لئے ایک لاکھ درود پڑھنے کی نذر واجب تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درود کو دس دفعہ پڑھ لو۔ ایک لاکھ درود کے برابر ہوگا۔ صَلٰوةً تُرْضِیْكَ وَتُرْضِیْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا (تُرْضِیْ) پہلے دونوں جگہ باب افعال سے ہے۔ (اِرْضَاء۔) خوشنود کرنا۔ اور ترضیٰ تیسرا مجرد ہے۔ اے خدا ایسا درود بھیج۔ جو تجھ کو اور حضور علیہ السلام دونوں کو خوشنود کرے۔ اور تو ہم پر بوسیلہ اس درود کے راضی ہو جائے۔ صَلٰوةً تَمْلَاُ الْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ (تَمْلَاُ)

صیغۂ ماضی۔ فاعل اس کا صلوٰۃ (ملأء) پر کرنا (ارض۔ سمآء) اسم جنس ہیں
اس سے مراد سب ولائتیں اور تمام آسمان مراد ہیں۔ اس مقدار میں درود
بھیج جو اپنے مقدار سے ہفت اقلیم اور نہ فلک کو پر کر دے۔

صَلٰوۃً تَحُلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ۔

(حَلَّ) کے کئی معنی ہیں۔ اس جگہ حل کے معنی کھولنا۔ دور کرنا۔ قرآن شریف
میں آیا ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ۔ میری زبان کا عقدہ کھول دے
(عقد) جمع عقدہ۔ گانٹھ۔ مراد مشکلات دینی و دنیاوی (فرج) کشایش
دور کرنا (کرب) شدۃ۔ غم مصیبت دینی یا دنیاوی۔ ایسا درود بھیج جس کی برکت
سے میرے عقدے حل اور میری مصیبتیں دور کر دی جائیں۔ اس صورت میں
تحل و تفرج بصیغۂ مجہول ہے۔ اور بصیغۂ معروف بھی درست ہے۔ اس
صورت میں تحل اور تفرج کا فاعل مخاطب (خدا) ہوگا۔

وَیُجْرِیْ بِھَا لُطْفَکَ مِنْ اَمْرِیْ وَاُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(جری) جاری ہونا۔ مبذول ہونا۔ لطف فاعل ہے یجری کا۔ (امر) حکم
مراد مقصد۔ آرزو (امور) جمع امر۔ ایسا درود بھیج۔ جس سے میرے کاروبار
میں خصوصاً اور تمام مسلمانوں کے مقاصد میں عموماً تیرا لطف شامل حال ہو
تقدیر میں ہر ایک کام کی جزائے خیر مقدر اور مشروط ہے۔ پس جو جزائے خیر
درود سے مشروط ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو درود پڑھنے سے عطا ہوتی ہے۔
وہ درود بھیج۔ تاکہ ہم اپنی جزائے مقدر کو حاصل کریں۔

وَبَارِکْ لَنَا عَلَی الدَّوَامِ (برکت) افزونی مال و دولت (دوام)

ہمیشہ مراد قیامت تک۔ اور برکت دے ہمکو ہمارے مال و اولاد میں ہمیشہ
کے لئے حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یبارک لہ فی الاولاد واولاد الاولاد حتی الطبقۃ الرابعۃ۔ جو شخص
حضور علیہ السلام پر درود بھیجے۔ اوسکی چار نسلوں تک برکت عطا کیجاتی ہے

وَعَافِنَا وَاھْدِنَا وَاجْعَلْنَا اٰمِنِیْنَ (عافیت) صحت بدن
غم سے نجات پانا۔ (ھدایۃ) راہنمائی۔ مقام مطلوب تک پہنچانا (اٰمنین)
جمع آمن۔ جو دنیاوی و اُخروی بیماریوں حادثوں۔ اور جانکاہ مصیبتوں سے
محفوظ ہو۔ اے خدا ہمکو روحانی و جسمانی امراض سے عافیت بخش اور
مقصد ذاتی تک پہنچا۔ اور ہم کو دنیا و عقبےٰ کی ہلاک کرنیوالی مصیبتوں اور
اندیشوں سے محفوظ کر **وَیَسِّرْ لَنَا اُمُوْرَنَا مَعَ الرَّاحَۃِ
لِقُلُوْبِنَا وَاَبْدَانِنَا وَالسَّلَامَۃِ وَالْعَافِیَۃِ فِیْ
دِیْنِنَا وَدُنْیَانَا وَاٰخِرَتِنَا** (یسّر) آسانی۔ سہل۔
(امور) جمع امر۔ مقصد مراد۔ راحت۔ آرام (قلوب) جمع قلب۔ دل
(ابدان) جمع بدن۔ جسم۔ تن۔ (سلامتہ) سلامت و عافیت سے مراد آرام
و صحت بدنی ہے۔ اے خدا ہمارے دلوں اور جسموں کی آسایش اور ہمارے
دین و دنیا و آخرت کی عافیت و سلامتی کے ساتھ ہمارے مقاصد کو آسان کر
یعنی مقاصد کے حل کرنے میں ہمارے دل مضطرب نہ ہوں۔ اور بدنوں کو
کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اور ہمارے دین اور دنیا و آخرت میں کسی قسم کا
نقص واقع نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ بعض حالتوں میں مقاصد پر کامیابی تو ہو جاتی ہے

لیکن روحانی تکلیف اور بدنی مشقت لاحق رہتی ہے۔ اور بعض وقت مقاصد تو برآتے ہیں۔ مگر دین و آخرت کا نقصان ہوتا ہے۔ کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے۔ یا نیک کاموں سے محرومی ہوتی ہے۔ یعنی ہمارے مقاصد کا حصول بلا کسی تکلیف کے ہو۔ نہ جسم کا نقصان ہو نہ ایمان کا۔

وَتَوَفَّنَا عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (تَوَفّٰی) روح کا قبض کرنا۔ اے خدا ہمارا قرآن اور حدیث پر خاتمہ کر۔ ہم تا دم واپسیں قرآن و حدیث کے عامل رہیں۔ اور اس کے برخلاف نہ چلیں۔

وَاجْمَعْنَا مَعَهٗ فِي الْجَنَّةِ مِنْ غَيْرِ عَذَابٍ يَّسْبِقُ وَاَنْتَ رَاضٍ عَنَّا غَيْرَ غَضْبَانَ (جَمَعَ) اکٹھا کرنا۔ (مَعَهٗ) کا ضمیر حضور علیہ السلام کی طرف ہے۔ جنت۔ بہشت (عَذَاب) وہ سزا ئے جو قیامت کے دن دی جائیگی (سَبَق) آگے بڑھنا۔ (رَاضٍ) صیغہ فاعل۔ راضی ہونے والا۔ (غَضْبَان) صفت مشبہ۔ قہرناک خشمناک۔ غضب۔ قہر و خشم۔ اے خدا بہشت میں ہم کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں رکھ۔ بغیر اس کے کہ ہم پر عذاب نازل ہو۔ اور اس حالت میں ہمکو حضور علیہ السلام کے قدموں میں رکھ۔ کہ خدا ہم پر راضی ہو۔ نہ خشمناک **وَلَا تَمْكُرْ بِنَا وَاخْتِمْ لَنَا مِنْكَ بِخَيْرٍ وَّعَافِيَةٍ بِلَا مِحْنَةٍ اَجْمَعِيْنَ** ط

(مَکر) فریب۔ قرآن میں آیا ہے۔ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ خدا کی طرف فریب کی نسبت سوءِ ادب ہے۔ لیکن

کلام عرب میں بعض الفاظ اس لئے دہرائے جاتے ہیں۔ کہ مخالفوں کو اُن کے الفاظ کا جواب انہیں الفاظ میں ملے۔ کفار کہتے تھے۔ کہ ہم نے مسلمانوں کو دھوکھا دیا۔ تو خدا نے بھی اسی الفاظ کو دہرایا۔ کفار نے مکر کیا۔ اور خدا نے بھی مکر کیا۔ تو اب گو مکر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر مراد اس سے عذاب ہے۔ اور مکر کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جس شخص سے فریب کیا جاتا ہے۔ بظاہر اس کو ایسا دکھلایا جاتا ہے۔ جس میں وہ اپنا نفع سمجھتا ہے۔ اور حقیقت میں اس کا نقصان ہوتا ہے۔

خدا تعالےٰ کا مکر یہ ہے کہ کفار کو باوجود ان کے کفر کے اولاد و دولت دی۔ اور اولاد و اموال ان کے لئے وبال جان ہوئے۔ کہ وہ اولاد و دولت اُن کی زندگی میں تباہ ہوگئی۔ یا خدا کی طرف سے یہ مکر ہے۔ کہ خدائے تعالےٰ مصیبت کو قائم رکھے۔ اور کفار کو پتہ نہ لگے۔ مثلاً کفار انکار پر مُصِر رہیں۔ اور خدا اُن کو نعمت وافر دے۔ اور وہ یہ سمجھیں۔ کہ اگر انکار مضر ہوتا۔ تو یہ روز افزوں نعمت کیوں اُن کو ملتی۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ **وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ**۔ انہوں نے بھی مکر کیا۔ اور ہمنے بھی مکر کیا۔ دراں حال کہ وہ ہمارے مکر کو نہ سمجھ سکے۔

اے خدا ہم کو شامت اعمال سے مکر میں نہ ڈال۔ اور ہمارا انجام بلا کسی رنج و تکلیف کے بھلائی و آسائش پر کر۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ـ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ـ جو کچھ کفار و شرک خدا کے حق میں کہتے ہیں اس سے تیرا خدا پاک و بالاتر ہے ۔ اور پیغمبروں پر خدا کی رحمت ہو اور تمام تعریف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے ۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے ۔

یارب چو مصطفیٰ را من بہر تو ستودم
تو ہم بمصطفیٰ بخش، این مصطفیٰ ستارا

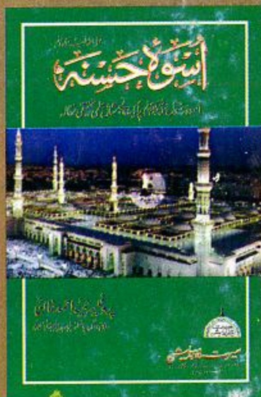
—— علامہ رومیؒ

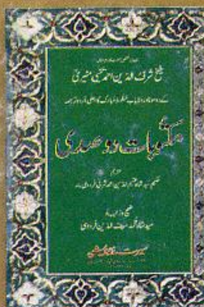
ترجمہ

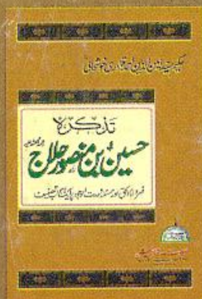
اے باری تعالیٰ جب تیرے محبوب کی میں نے صرف تیرے لیے ستائش کی ہے تو تو بھی روزِ قیامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنے والے کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں بخش دے آمین

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

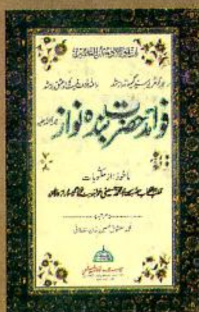
دیگر کُتب

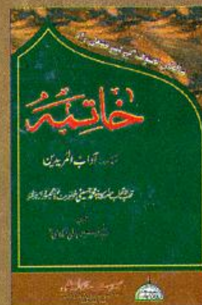

اُسوۂ حسنہ

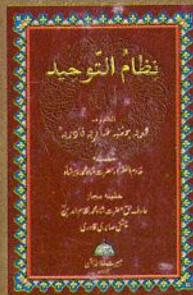

مکتوبات دو صدی


تذکرہ
حسین بن منصور حلاج


یازدہ رسائل


فوائد حضرت بندہ نواز


خاتمہ
آداب المریدین


نظام التوحید